

انشاء اللہ خاں ایتھا

کہانی رانی کیتی اور اودھے بھان کی

ترتیب و تدوین
محمد اکرام چغتائی



PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081



کہانی رانی کیتیکی اور اودھے بھان کی

از

انشا اللہ خاں انشا

ترتیب و تدوین

محمد اکرام چغتائی

نگہ میل پبلی کیشنز، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[یہ وہ کہانی ہے جس میں ہندوی مصلحت

کسی اور بولی کا نہ میل ہے نہ جُلت]

سر جھکا کر ناک دگر تاجوں، اوس اپنے ہانے والے کے سامنے، جس نے ہم سب کو بتایا اور بات کی بات
میں وہ سب کر دکھایا، جس کا ہیکہ کسی نے نہ پایا۔

[اور اپنی بولی کا]

آجائیاں جانتیاں جو سانسیں ہیں

اوس کے دن دھیان یہ سب پھانسیں ہیں

پہل کا ہٹھا جو اپنے اوس کھلاڑی کی شدہ رکھے، تو کھلاڑی میں کیوں چلے؟ اور کڑوا کیسا کیوں ہوا؟ اوس
پہل کی مصلحتی چیمے، جو بڑوں سے جوانی انگوں نے پھکی ہے۔

دیکھنے کو آنکھیں دیں اور سننے کو بے کان دے۔ ناک بھی اوٹھنی سب میں کر دی۔ صورتوں کی جی دان
دے۔ مٹی کے دامن کو اتنی سکت کہاں، جو اپنے کھار کے گرتب کھوٹا سکے۔ جگ ہے، جو ہٹا ہوا ہو، سوا اپنے ہانے والے
کو کیا سرا ہے اور کیا کہے؟ ہاں جس کا جی چاہے، چاہے۔ سر سے لگا پاؤں تک جتنے وہ گھٹے ہیں، جو سب کے سب بول
اٹھیں اور سرا کر دیں اور اتنے برسوں اسی دھیان میں رہیں جتنی ساری عمریں میں رہت اور پھول پھلیاں کھیت میں
ہیں، تو بھی کچھ نہ ہو سکے۔ [کراہ کر ہیں]

اس سر جھکانے کے ساتھ ہی دن رات جپتا ہوں اوس راتا کے پیچھے ہوئے چارے کو، جس کے لیے ہوں کہا
ہے۔ "جو تم نہ ہوتا، میں کچھ نہ ہاتا۔" اور اوس کا جپتر اجمالی، جس کا پتا اوس کے گھر ہوا اوس کی شرفٹ بھگے لگی رہی ہے۔
میں پھولا اپنے آپ میں نہیں تاتا اور جتنے اون کے لڑکے ہائے ہیں انھیں کے یہاں پر چاڑ ہے۔ اور کوئی ہو، کچھ
بھرے ہی کو نہیں بھاتا۔ مجھے اس گھرانے کے مصلحت کسی بے بھاک، ادبک، چور، ملک سے کیا چڑی؟ پیچھے سرے

انہیں سمجھوں گا آسر اور ادنیٰ کے گھرانے کا رکھتا ہوں۔ جیسوں گھڑی۔

اول اول ایک انوکھی بات کا

ایک دن پیٹھے پیٹھے یہ بات اپنے دھیان میں چڑھ آئی، کوئی کہانی ایسے کہے جس میں ہندوئی کی بھکت اور کسی بول سے نہٹ نہ ملے۔ جب جا کے میراثی بھول کی گل کے روپ سے نکلتے۔ ابر کے بول اور گھوڑی بکھاؤس کے چچ نہ ہو۔ اپنے سننے والوں میں سے ایک کوئی جو سے چڑھے، پرانے دھرانے، بوڑھے گھاگ یہ بکٹ راگ لائے۔ سر ہا کر موضع بنا کر، ناک بھول چڑھا کر، آنکھیں پھرا کر، گئے کہنے: "یہ بات ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ ہندوئی پن بھی نہ لگے اور بھاگیا پن نہ دکھوس جائے، جیسے بھلے لوگ انہوں سے اچھے آپس میں بولتے چلتے ہیں، بول کا توں وہی اول۔ ہے اور چھانہ کسی کی نہ چڑھے۔ یہ نہیں ہونے کا۔"

میں نے ان کی غلطی سانس کی چھانٹ کا ٹوکا کر چھٹا کر کہا:

"میں کچھ ایسا انوکھا بولا نہیں، جو رانی کو پرہت کر دکھاؤں اور جھوٹ جی بول کے انگلیاں بچاؤں اور ہے سڑی، بے لکھانے کی اور بھی سنگلی باتیں سناؤں۔ جو مجھ سے نہ ہو سکتا تو بھلا یہ بات موضع سے کیوں نکلا؟ جس صاحب سے ہوتا اس تکبیر سے کوئی نہ۔"

اس کہانی کا کہنے والا یہاں آپ کو جتنا ہے اور جیسا کچھ لوگ اسے پکارتے ہیں کہ سنا ہے۔ دہتا ہوا موضع پر پھیر کر آپ کو جتنا ہوں، جو میرے دانے چاہا تو وہاں دکھاؤ اور آؤ چاہا تو وہاں دکھاؤ اور پھٹ اور جھوٹ دکھاؤں جو دیکھتے ہی آپ کے دھیان کا گھوڑا، جو بجلی سے بھی بہت چنگل، اچھا بہت میں ہر فوں کے روپ میں اپنی چوڑی بھول جانے۔

گھوڑے پر اپنے چڑھ کے آتا ہوں نہیں

کرپ جو ہیں، سو سب دکھاتا ہوں نہیں

اوس چاہنے والے نے جو چاہا، تو ابھی

کہتا جو کچھ ہوں، کر دکھاتا ہوں نہیں

اب آپ کا کان دکھ کے، سلکھ ہو کے گل اور دیکھئے، کس صاحب سے جڑ چلا ہوں اور اپنے ان بھول کی بھگڑی جیسے ہوشوں سے کس روپ کے بھول لکھتا ہوں۔

کہانی کا لوہا اور نعل جال کی دھنکن کا سنگار

کسی دہس میں کسی ریلوے کے گھر ایک چٹا تھا۔ اسے اس کے باں باپ اور سب کے گھر کے لوگ نمود اور بے بھان کر کے چارے تھے۔ سچ کچھ اس کے جرمین کی جوت میں سورج کی ایک سوخت آتی تھی۔ اس کا چھاپن اور بھلا لگتا کچھ ایسا تھا جو کسی کے گھسنے اور کہنے میں آسکے۔ چند برس بھر کے سالوں میں پانور کھاتا تھا۔ کچھ پوئیس ہی اس کی سبیں پھینکی چلی تھیں۔ اگر تو اس میں بہت سی ساری تھی۔ کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا۔ بے کسی بات کی سوچی کا گھر گھاٹ پانچا تھا اور چاڈ کی عری کا پاستا ان نے دیکھا تھا۔

ایک دن بریانی، کھینے کا پتہ گھوڑے پر چڑھ کے اخصیل پنے اور لاک پین کے ساتھ دیکھتا بھان چلا جاتا تھا۔ اسے میں ایک برنی جواس کے سامنے آئی تو اس کا پی لوت پٹ ہوا۔ اس برنی کے پیچھے سب کو چھوڑ چھاڈ کر گھوڑا پیچھا کیوں گھوڑا اس کو پاسکتا تھا؟ جب سورج چھپ گیا اور برنی آنکھوں سے لوجمل ہوئی تب تو بے کور اور بے بھان بھوکھا، پیاسا اور لودا سا ہلکا پیاس اور اگوا پیاس لیتا رہا بکا ہو کے آسراؤ محفوظ تھے۔ اسنے میں کچھ اسریاں دھیان چڑھیں۔ اور دھر چل نکلا تو کیا دیکھتا ہے چالیس پچاس رطریاں، ایک سے ایک جرمین میں اگلی، بھولا ڈالے ہوئے پڑی مہول رہی ہیں اور ساون کا چاس ہیں۔ جروہوں نے اس کو دیکھا "کو کون تو کون" کر پتھکا اسی پڑ گئی۔ اون بھوں میں ایک کے ساتھ اس کی آنکھ پڑ گئی۔

دو

کوئی کہتی تھی یہ لپکا ہے
کوئی تھی کہتی ایک لپکا ہے

وہی تو جو لال لال جڑا پہنے ہوئے، جس کو سب رانی کھینکی کہتے تھے، اس کے بھی پی میں اس کی چاہ نے گھر کیا۔ بے کہنے سننے کو بہت سی ناوہوئی۔ "اس لک پہنے کو بھلا کیا کہتے ہیں؟ ایک نہ یک جرمین سے لپک پڑے۔ یہ ہانا جرمیناں اس اپنی مہول رہی ہیں۔ ملتی تم اجواس مدپ کے ساتھ بے دھڑک چلے آنے ہو، غلطی چھانہ چلے جاؤ۔"

جب انہوں نے موسس کے مل لاکھا کے کہا کر

"کوئی لکھا پیاس نہ دیکھتے۔ میں سارے دن کا تھکا ہوا ایک بڑی چھانہ میں اس کا چھاڈ کر کے چڑھوں گا۔" بے ڈر کے دھول لگے اٹھ کر چھر کو موہ پڑے گا، چلا جاؤں گا۔ کسی کا لپکا رہا نہیں۔ ایک برنی کے پیچھے سب

لوگوں کو چھوڑ کر گھوڑا پیچھا کرتا تھا۔ جب تک وہ چلا رہا تھا تو وہاں کے دھپان میں تھا۔ جب اندھیرا چھا گیا اور جی بہت گھبرا گیا، ان اساترے ن کا آسرا حاصل نہ کر سکا چلا آیا ہوں۔ بکھڑوک ٹوک تو نہ تھی جو تھا ٹھیک جاتا اور کھڑا رہتا۔ سر اٹھائے باجنا ہوا چلا آیا۔ کیا جانتا تھا پانیاں چڑی چھوٹی چنگیس چڑھاری ہیں۔ پرے کی ہڈی تھی۔ برسوں میں بھی تو جموا کروں گا۔"

یہ بات سن کر جلال جڑ سے ادائی سب کی سر دھری تھی، اون نے کہا:

"ہاں جی ابو لیاں ٹھو لیاں نہ ہو۔ ان کو کہہ دو جہاں کی جا ہے اپنے چڑ ہیں اور جو کچھ کھانے پینے کو مانگیں انہیں دے دو۔ گھمراے کو کسی نے آج تک مار نہیں ڈالا۔ سونہ کا ڈول، اکھل تھمے اور ہونٹھ پیرائے اور گھوڑے کا پانچا اور سی کا کاجیٹا اور گھمراہٹ اور قرقر راہٹ اور غلری سانسیں بھرنا اور طحال ہر کر کے چڑھان کو کچا کرتا ہے۔ بات جی ہوئی توں چوٹی کی کوئی جھتی ہے؟ پر ہمارے دور ان کے سچ میں بکھڑوک سی پڑے نے کی کر دو۔"

اتنا آسرا پا کے سب سے پرے کوٹے میں چرچا چنگ سات چھوٹے چھوٹے پودے سے تھے، اون کی چھانہ میں کھوڑا لودے بھان نے اپنا بھونٹا کیا۔ سر ہانے ہاتھ دھر کے چاہتا تھا سو رہے، پر ٹیکہ کوئی چاہت کی نگاہ میں آتی تھی؟ چڑا چڑا اپنے جی سے ہاتھیں کر رہا تھا۔ اسے میں کیا ہوتا ہے جرات سائیں سائیں لوٹے تھی ہے اور ساتھ واپس سب سو رہتی ہیں۔ ادائی نکلی اپنی مکمل دھن ہان کو بگاڑ کر یوں کہتی ہے:

"ادائی اوتو لے بکھڑوک ہے؟ میرا جی اس پر آ گیا اور کسی ڈول سے نہیں قہم سکنا۔ ٹو سب میرے بھیدوں کو جانتی ہے۔ سب جڑ ہوئی ہو، سو ہو۔ سو رہتا رہے، ہاتھ ہانے، میں اوس کے پاس جاتی ہوں۔ ٹو میرے ساتھ چلی۔ پر میرے ہاتھ چڑتی ہوں۔ کوئی نہ پائے۔ ادائی یہ میرا جڑا میرے دور اوس کے پٹانے والے نے ملا دیا۔ میں اسی لیے مجھے ان اساترے میں آئی تھی۔"

نکلی دھن ہان کے ہاتھ پکڑ سے دھان آن ہو چکی ہے، جہاں کھوڑا لودے بھان لینے ہوئے بکھڑوک میں چڑے چڑا رہے تھے۔ دھن ہان آگے بڑھ کر کہنے لگی: "تمہیں اکیلا جان کے رہائی آپ آئی ہیں۔" کھوڑا لودے بھان یہ سن کے اٹھ بیٹھے اور یہ کہا کہ "کیوں نہ ہو۔ جی سے کی کوٹاپ ہے۔" کھوڑا اور ادائی دو چپ چپ بیٹھے تھے۔ پر دھن ہان دوڑ کے بدن گھمراہی تھی۔ ہوتے ہوتے اپنے اپنے پٹے سب نے کھولے۔ ادائی کا چہرہ یہ نکلا: "دلو بخت پر کاس کی جی جی اور اوان کی رانی کا مٹا کھاتی ہیں۔ ایک سبے پیچھے ماں باپ نے ان کے کہہ دیا ہے اس میں جا کر حصول آیا کرو۔ آج وہی دھن تھا سو تم سے ٹٹ بھیڑ ہو گئی۔ بہت مہاراجوں کھوڑوں کی ہاتھیں آئیں، پر کسی پران کا دھپان نہ چڑھا۔ تمہارے دھن بھاگ، جڑ تمہارے پاس سب سے چھپ کے نہیں جو ان کی لڑکیوں کی گونیاں ہوں مجھے اپنے ساتھ لے کے آئیں ہیں۔ آپ جی تم کہانی کہہ دو کہ جس کے کون ہو؟"

سونہ پر لاوے۔"

ہاسن نے بل جمن کے کہے

"انگلے بھی اسی پہار میں تھے اور مری سجا میں بھی کہتے تھے ہم میں دان میں کچھ کھنٹ کی سیل تو نہیں ہے۔

ہ کنور کی ہنٹ سے کچھ ہماری نہیں چلتی، نہیں تو ایسی تو چلی بات کہ ہمارے سونہ سے غلطی؟"

یہ سننے ہی مہاراج نے ہاسن کے سر پر پھولوں کی چھڑی پھینک ماری اور کہا

"جو ہاسن کی جفا کا دھڑکا رہتا تو تھوڑا بھی بھلی میں دلو ڈالو۔ اس کو لے جاؤ اور ایک اندھیری کوٹھری

میں سونہ رکھو۔"

جو اس ہاسن پر غلطی، سوسب کنور اور دے بہان کے ماں باپ نے سننے ہی لان کی ضمان، اپنے خاصہ ہاندھ

کر، ذل باول جیسے گھمرا تے ہیں، چڑھا یا۔ جب دونو مہاراجوں میں لڑائی ہوئے گی، رانی کھنٹی ساون بہادوں کے

روپ سے روئے گی اور دونو کے مٹی پر پیا گئی۔

"یہ کیسی چاہت ہے جس میں لوہور سننے لگا اور ابھی ہاتھوں کو مٹی تر سنے لگا۔"

کنور نے چپکے سے یہ کچھ جیجا:

"اب میرا کچھ کھڑے کھڑے ہوا جاتا ہے۔ دونو مہاراجوں کو آپس میں لڑنے دو۔ کسی ذل سے جوہر نکالو

تم مجھے اپنے پاس بلاؤ۔ ہم تم دونوں کے کسی اور دوس کو کھل چلیں۔ جو ہوئی ہو، سو ہو۔"

ایک ماہن جس کو پھول لگی کر پکارتے تھے، اوں نے اس کنور کی چٹھی کسی پھول کی پھگڑی میں لپیٹ سوید

کر رانی کھنٹی تک پہنچا دی۔ رانی نے اس غلطی سے آنکھیں اپنی میں اور ماں کو ایک قتال ہمر کے سوتی دیے اور چٹھی

کی چپہ پر اپنے سونہ کی پیک سے پکھا:

"اے میرے بی کے گاہک! جو تو مجھے بوٹی بوٹی کر قتل کوے کو دے ڈالے تو ابھی میری آنکھیں جھن اور

کچھ سمجھو ہو، پر یہ بات ہمارا چنے کی اچھی نہیں۔ ذل سے بیٹا مٹی کے ہاہر ہے۔ مٹی تھہ سے پکارا نہیں۔ ایک تو کیا

جو کر دیتی جاتے رہیں، پر بھانسنے کی کوئی بات میں تو ابھی نہیں۔"

یہ چٹھی ٹیک مری جو کنور تک پہنچتی ہے، وہ کی ایک سونے کے ہیرے سوتی بکھراج کے کچھ کچھ ہمرے

ہوئے قتال چھا اور کر لگا دیتا ہے اور پھل سے اس کی بھلی چوگی چٹھی ہو جاتی ہے۔ اس غلطی کو اپنے کو دے ملاحظہ

ہاندھ لیتا ہے۔

”اوسے بھان، سورج بھان، بھگی پاس ان تینوں کو برن ہرنی بنا کے کسی نہی میں چھوڑ دو اور بھان کے ساتھی ہوں، ہاؤن سسوں کو توڑ پھوڑ دو۔“

جیسا کہ گرو جی نے کہا جسٹ ہٹ دو ہیں کیا۔ نہت کا مارا کھور اوسے بھان جی اور اوس کا باپ مہاراج سورج بھان جی اور اوس کی ماں مہارانی بھگی پاس ہرن ہرنی بن، بن کے ہرنی ہرنی گھاس گنی برس تک چبکتے رہے اور اوس بھیر بھڑ کے کا بیکھ قرض جزا ملا جو کہ مر گئے اور کہاں۔ یہاں رہے دو۔ بھر بنے۔

اب رانی کھکی کے باپ اور مہاراج بھگت پرکاش کی بیٹی۔ اوس کے گھر کا گھر گرو جی کے پانو پر گر اور سب نے سر جھکا کر کہا:

”مہاراج ایسا آپ نے بڑا کام کیا ہم سب کو دکھایا۔ جو آج آپ آنہ پہنچتے تو کیا رہا تھا۔ سب نے مرٹنے کی ضمان لی تھی۔ ان پانچوں سے بچو نہ چلے گی۔ یہ جان لی تھی راج پات سب ہمارا بچھا کر کے جس کو چاہے دے ڈالے۔ ہم سب کو ایت بنا کے اپنے ساتھ لیتے۔ راج ہم سے نہیں قضا۔ سورج بھان کے ہاتھ سے آپ نے بچایا۔ اب کوئی ان کا بچا چند بھان چڑھا دے گا تو کیونکر بچا ہوگا۔ اتنی آپ میں تو سکت نہیں۔ پھر ایسے راج کا پختہ ملے۔ کہاں تک آپ کو دکھایا کریں۔“

یہ سن کے جوگی ہندو گرنے کہا:

”تم سب ہمارے چچا بنی ہو۔ آٹھ ہی کرو۔ ہاؤ شکو حکن سے اپنا وہ کون ہے جو تمہیں آنکھ بھرا اور ڈھب سے دیکھ سکے۔ یہ بھیر اور بھوت ہم ہی تمہیں دیا۔ جو بکھار کی گاڑ پڑے تو اس بھیر میں سے ایک رو بھلا تو دیکر آگ پر دھر کے بھوک دیجو۔ دو رو بھلا بھو کھتے نہ پاوے گا جو ہم آن بھگیں گے۔ رہا بھوت ساس لے ہے جو کوئی چاہے اسے اٹھن کرے۔ وہ سب بکھو دیکھ لے اور اسے کوئی نہ دیکھے۔ جو چاہے کر لے۔ گرد ہندو گر بنن کے پانو پر بیٹھے اور دھن مہاراج کہتے ہاؤن سے تو بکھو بھاؤ مت۔“

مہاراج بھگت پرکاش ان کو سوری جمل کرتے ہوئے رانوں کے پاس لے گئے۔ سونے روپے کے پھول گود بھر کر سب نے بچھا کر لیئے اور اچھے رنگڑے۔ لٹانوں نے سب کی قمیصیں غرغریں۔ رانی کھکی نے بھی ڈھولت کی۔ پر جی سی جی میں بہت سی گرو جی کو گایاں دیں۔ گرو جی سات دن سات راتیں راج بھگت پرکاش کو سنگاس میں بیٹھا کے اپنے اوس بھیر پر اس ڈول سے کھاساں بھال پڑا دھکے۔ راج بھگت پرکاش اپنے اگلے ڈھب سے راج کرنے لگا۔

رانی کھکی کا دل دن دن کے آگے درد بھگتی ہاؤن کا دھن کر کے ہاتھ جی سے دھرتا ہائی جلی کے دوہوں میں

رانی کو بہت سی ہے کلی تھی کب سوتی وہ ہرنی بھلی تھی

چپے چپے کراہتی تھی بیٹا اپنا نہ چاہتی تھی
 کبھی تھی کبھی "اری دن بان ہے آندھ پھر مجھے وہی دھیان
 یہاں پیاس کے بھلا کسے ہو کہ دیکھوں ہوں وہی ہرے ہرے روکھ
 چپے کا ڈار ہے اب یہ کبھی چاہت کا گھر ہے اب یہ کبھی
 امرین میں اون کا وہ اترا اور رات کا سائیں سائیں کرتا
 اور چپے سے اٹھ کر میرا ہانا اور تیری وہ چاہ کا بتاتا
 اون کی وہ اتار اٹھ گئی تھی اور اپنی انگریزی اون کو دینی
 آنکھوں میں میری وہ پھر رہی ہے تی کا جو روپ تھا وہی ہے
 کیونکر انہیں بھولوں کیا کروں میں ماں باپ سے کپ تلک ڈروں میں
 اب میں نے سنا ہے اسے دن بان اب بنی بنی کے ہرن ہوئے اوڑے بھان
 چرتے ہوں گے ہری ہری روپ کچھ تو بھی بیچ، سوچ میں ڈوب
 میں اپنی گلی ہوں چوکڑی بھول مست مجھ کو سو گھٹا یہ اٹھ سے بھول
 بھولوں کو اٹھا کے پیاس سے لے ہا سٹکڑے جی کو نہ کر اکٹھا
 ہریالی اسی کی دیکھ لوں میں ایک گھاس کا لال کے دکھ دے گھٹا
 ان آنکھوں میں ہے ہڑک ہرن کی کچھ دور تو تھو کو کیا کہوں میں
 جب دیکھئے اٹھ سا رہیں ہیں چلیں ہوئی جیسی گھاس بن کی
 یہ بات جو بتی میں گڑ گئی ہے اویس آنسو کی چھا رہیں ہیں
 اب ڈول سے جب اکلی ہوئی تھی، جب دن بان کے ساتھ ایسے ہی موتی پر دتی تھی ایک اوس سی مجھ پر پڑ گئی ہے

بھوت مانگتا راتی کھنکھنے کا اپنی ماں راتی کا دم سے آگے بھاٹل کھینے کے لیے ابھر دھو رہتا، اور درجہ گت پر کاس کا جلا اور
 پیاس سے بگم بگم کہتا اور وہ بھوت دیتا

ایک رات راتی کھنکھنے نے اپنی ماں راتی کا دم سے بھلاوے میں ڈال کر یہ پوچھا:
 "مردہ کی گھاس نہیں مندر کر نے جو بھوت آپ کو دیا تھا وہ کہاں رکھا ہوا ہے اور اس سے کیا ہوتا ہے۔"
 ان کی ماں نے کہا: "واری اتو کیوں پوچھتی ہے۔"

رانی نکلی کہنے لگی: ”آٹھ بج چل نکلیں گے لیے جا رہی ہوں۔ جب اپنی سیٹلوں کے ساتھ کھیلوں اور چور
ہوں تو کوئی مجھ کو پکڑ نہ سکے۔“

رانی کام دے کہا: ”وہ بچنے کے لیے نہیں ہے۔ ایسے لگے کسی بے دن کے سہانے کوڑا لے رکھتے ہیں۔
کیا جانے کوئی گھڑی کسی بے کسی نہیں۔“

رانی نکلی اپنی ماں کی اس بات سے اپنا منہ صفا کے رونے لگی اور دن بھر کھانا نہ کھایا۔ مہاراج نے جو بلاوا تو
کہا: ”مجھے راج نہیں۔“ تب رانی کام دے بول اٹھیں: ”کئی! کچھ تم نے سنا۔ اپنی تہناری آٹھ بج چل نکلیں گے لیے وہ
بھوتہ گردی کا دیا ہوا لگتی تھی۔ میں نے نہ دیا اور کہہ: ”کڑی پاپہ لڑکھن کی باتیں ابھی نہیں۔ کسی بے دن کے لیے گرد
جی دے گئے ہیں۔ اس پر مجھ سے روٹی تھی۔“ پتھر ابلاتی پھلاتی ہوں مانتی نہیں۔“

مہاراج نے کہا: ”بھوتہ کیا مجھے اپنا بی بی اس سے پتا نہیں۔ اس کی ایک گھڑی بھر کے بیل جانے پر
ایک جی تو کیا بولا کہ جی ہوں تو دے ڈالیجے۔“

رانی نکلی کوڑیا میں سے تھوڑا سا بھوتہ دیا۔ کئی دن تک آٹھ بج چل اپنے ماں باپ کے سامنے سیٹلوں
کے ساتھ کھاتی سب کو بھاتی رہی۔ جو سوسو حال موتوں کے لچھاؤں ہوا کیے۔ کیا کہوں ایک غصہ تھی، جو کیجے تو کروڑوں
پانیوں میں تیروں کی تیروں نہا سکے۔

رانی نکلی کے چاہت سے پہلے ہوا بھرتا اور دن بان کا ساتھ سے نہیں کرتا

ایک رات رانی نکلی اسی اوصیان میں اپنے دن بان سے کہا لگی: ”تب میں گھڑی راج سے مل کر
ہوں۔ تو میرا ساتھ دے۔“ دن بان نے کہا: ”کیوں کر۔“

رانی نکلی نے وہ بھوتہ کا لینا اسے بٹکایا اور یہ بتایا:

”سب یہ آٹھ بج چل نہیں میں نے اس دن کے لیے کر رکھی تھیں۔“

دن بان کہنے لگی: ”میرا کچھ اتر ترانے لگا۔ اے ایہ مانا تم اپنی آنکھوں میں اس بھوتہ کا لٹن کر لو گی اور
میرے بھی لگا دو گی تو میں نہیں کوئی نہ کیجے گا اور ہم تم سب کو دیکھیں گے۔ پر ایسے ہم کہاں سے جی چلے ہیں جہاں
لیے جہاں جہ سے بھاگ کر رہیں اور ہر طرف کے سنگوں میں وہو چھوڑا لے لگا کر رہیں اور جس کے لیے یہ سب بھوتہ سو
وہ کہاں اور ہوئے تو کیا جانے جو یہ رانی نکلی جی اور پیدن بان گھڑی تو پکی کھسوٹی دن کی کھلی چلے اور بھاڑ میں
جانے یہ چاہت۔ جس کے لیے ماں باپ، راج پات، سنگھ، خیلہ راج کو چھوڑ کر رہی کے کچھ اڑوں میں بھرتا پڑے۔ سو
بھی بے ڈول جو وہ اپنے روپ میں ہوئے تو بھٹا تھوڑا بہت بھٹا آسرا تھا نہ جی ایرہم سے نہ ہو سکے گا۔ مہاراج راج

پرکاس اور مہارانی کاماتا کا ہم جان بوجھ کر گمراہ جلاؤں اور بہکا کے لون کی بیٹی جھانکوتی لاؤلی ہے۔ اوس کو لے جاؤں اور جہاں تھاں اسے بھٹکا اور جاس پتی کھلاؤں اور اپنے چوڑے کو ہلاؤں۔ اسے ہی اوس دن قہیں یہ بوجھ ڈالتی تھی جب تمہارے اور اوس کے ماں باپ میں لڑائی ہو رہی تھی۔ اوس نے اوس ماں کے ہاتھ قہیں گھمبھیا تھا۔ ”بھاک پائیں۔“ جب تو اپنے منہ کی پیک سے اس کی چٹکی کی بیٹہ پر جھکسا تھا سو کیا بھول گیا۔ جب تو وہ تاؤ بھاؤ کر کھلا تھا۔ اب جو وہ کنور اور سے بھان اور اوان کے ماں باپ جیسے من بن کے ہرن جرتی ہوئے کیا جانے یہ ہرنوں کے ان کے دھیان پر وہ کر بیٹھے جو کسی نے تمہارے گمراہے میں نہیں کی۔ اس بات پر مائی ڈال دو۔ نہیں تو پچھتاؤ گی اور اپنا کیا پاؤ گی۔ مجھ سے تو کچھ نہ ہو سکے گا۔ تمہاری کچھ اچھی بات ہوتی ہو تو جیتے ہی میرے من سے نہ نکلتی۔ پر یہ بات میرے پیٹ میں نہیں بچ سکتی۔ تم بھی اٹھو۔ تم نے کچھ بکھا نہیں جیسا بات پر قہیں بچ بچ اٹھا۔ آنکھوں کی تو تمہارے ماں باپ سے کہہ کر وہ مجھوت جو آنگڑا بھوت، چھند کا پات، ابد محنت دے گیا ہے، ہاتھ مڑاؤ کے چھوٹوں کی۔“

مائی نکلی نے یہ دیکھا پاں دن بان کی سن کر مل دیا اور کہہ: ”جس کا بی ہاتھ میں نہ ہو، وہ ایسی ایسی لاکھوں سوچتے ہیں۔ کہنے پر اور کرنے سے بہت سا الجھ رہے۔ یہ بھلا کوئی اند میرے جو ماں باپ کو چھوڑ کر ہرنوں کے لیے چڑی دوڑتی بھروں۔ پراری تو چڑی پاؤلی چڑیا ہے جو یہ بات ٹھیک خفاک کر جان لی اور مجھ سے لانے لگی۔“

مائی نکلی کا مجھوت آنکھوں میں لگا کر گھر سے نکل جاتا اور مجھوتے بڑوں کا کھانا

وہ چند دن پیچھے ایک رات مائی نکلی ان کے دن بان کے وہ مجھوت آنکھوں میں لگا کر گھر سے باہر نکل گئی۔ کچھ کہنے میں نہیں آتا جہاں باپ پر ہوئی۔ یہ بات غمراہی۔ گردنی نے کچھ کھو کر مائی نکلی کو اپنے پاس بلا لیا ہو گا۔ مہاراجہ جگت پرکاس اور مہارانی کاماتا راج پاٹ سب کچھ اس بزرگ میں چھوڑ چھاڑ ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہائیٹے اور کسی کو اپنے نوگوں میں سے راج تھانے کے لیے چھوڑ آئے۔ جب دن بان نے وہ سب باتیں کھولیاں۔

”مائی نکلی کے ماں باپ نے یہ کہہ: ”میری دن بان! جو تو بھی اوس کے ساتھ ہوتی تو کچھ ہمارا ہی غمراہ۔ اب جو وہ چلے جاتے تو کچھ چھوڑ بڑوں کے ان کے ساتھ ہو لگے۔ جتنا مجھوت ہے تو اپنے پاس رکھ۔ ہم اس راکھ کو چرکھے میں ڈالیں گے۔ گردنی نے تو دور دوروں کا کھوج کھویا۔ کنور اور سے بھان اور اس کے ماں باپ وہ کنور رہے اور جگت پرکاس اور کاماتا کیوں تپت کیا۔ مجھوت نہ ہوتا تو یہ باتیں کا پے کو سامنے آتیں۔“

دن بان بھی ان کے دھوڑے سے کوٹلی۔ انہیں لگاتے ہوئے۔ ”نکلی مائی نکلی“ کہتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ بہت دنوں پیچھے کہیں مائی نکلی بھی ہرنوں کے ڈانڈوں میں ”اور سے اور سے بھان“ چٹک لڑتی ہوئی آئی جواک نے ایک کو ڈاکر میں پکارا ”اپنی اپنی آنکھیں دھوڑا لو۔“ ایک ڈاکر نے پر چڑھ کر دوڑ کے مٹ بجھڑ ہوئی۔ بھٹل کے ایسے

دونوں جہازوں میں کوک سی پڑ گئی۔

دونوں اپنی بولی کا

دہا

چھاگئی غلطی سانس جہازوں میں پڑ گئی کوک سی جہازوں میں
 دونوں جنیاں ایک نیلے پر انگلی سی چھان (چھانہ) باز کے آٹھیاں اپنی باتیں دہرائے گئیں۔ بات
 جیت رانی کھنکی کی دن ہان سے رانی کھنکی نے اپنی جتنی سب کہی اور دن ہان وہی انگلیاں چھینکا کی اور ان کے ہاں
 باپ نے ان کے لیے جو جوگ سا دھا اور جو بڑا لیا تھا سب کہا۔ جب دن ہان یہ سب کہو کہ بجلی تو بھرستے گی۔
 رانی کھنکی یہ گئی پڑھنے

دہا

ہم نہیں مٹے سے رکھتے جس کا سی چا ہے سے ہے وہی اپنی کہات آ پھنے جی آ پھنے
 اب تو اپنے پیچھے سارا بھٹکا بھٹکا لگ گیا پاؤں کا کیا اُڑھو مٹتی ہے جی میں کا کا لگ گیا
 دن ہان سے کہہ رانی کھنکی کے آٹھ پو پھنے سے چلے۔ "اون نے یہ بات ظہرائی جو تم کہیں ظہر تو میں
 تمہارے اڑے ہوئے ہاں باپ کو چپ چاپ نہیں لے آؤں اور اونہوں سے یہ بات ظہرائوں۔ گسائیں ہندوگر
 جس کے یہ سب کہات ہیں، وہ بھی انہیں دونوں اڑے ہوئے کی تلخی میں ہے۔ اب بھی جو میرا کہا تمہارے دھان
 جڑے تو گئے ہوئے دن بھر بھرکتے ہیں۔ چھہاری کہہ بھائی نہیں۔ ہم کیا پڑے پکتے ہیں۔ اس پر جڑا اٹھاتی
 ہوں۔"

بہت دنوں میں رانی کھنکی نے اس پر اچھا کہا اور دن ہان کو اپنے ہاں باپ کے پاس بھیجا اور بجلی اپنے
 ہاتھ سے کھینچی "جڑا آپ سے کہہ ہوئے تو اس جوگ سے یہ ظہرائے آویں۔"
 مہاراج اور مہارانی کے پاس دن ہان کا بھرا آٹھ اور چت چاویا کاٹا

دن ہان رانی کھنکی کو پھوڑ کر دھرتی پر کاس اور رانی کام کا جس پہاڑ پر بیٹھے ہوئے تھے وہاں جھٹ
 سے آؤں کر کے آگزی ہوئی ہے اور کھتی ہے:

"لکھتے آپ کا گھر سے سرے سے بہا اور اٹھ دن آئے۔ رانی کھنکی کا ایک ہاں بھی پکا ہوا۔ انہیں کے
 ہاتھ کی یہ بجلی لاتی ہوں۔ آپ پڑھ لکھتے۔ آگے سچا ہے سوچتے۔"

مہاراج نے اسی گھر میں سے ایک روٹکا توڑ کر آگ پر دھا دیا۔ بات کی بات میں گسائیں ہندوگر آ پھنے

اور جو کچھ جیسا تک جوگی اور جو کس کا آقا، آنکھوں دیکھا۔ سب کو چھاتی سے لگا یا دھو رکھا:

”بکھر کر اسی لیے میں سوپ گیا تھا جو تم پر ہووے تو اوس کا ایک روٹکا چھوٹک دیکھو۔ تمہارے گھڑی یہ گت ہو گئی۔ اب تک تم کیا کر رہے تھے اور کس خیموں سو رہے تھے۔ پر تم کیا کرو۔ وہ کھانا ڈی جو جو روپ چاہے سو دیکھا دے۔ جو جو راج چاہے سو چھا دے۔ بھوت لڑکی کو کیا دینا تھا۔ اور بے بھان اور سورج بھان اوس کے باپ کو اور بھی پاس کو میں نے کیا تھا۔ میرے آگے جنوں کو جیسے کا تیرا کرنا کچھ بڑی بات تھی۔ اچھا ہوئی سو ہوئی۔ اب چلو اٹھو۔ اپنے راج پر برا جو اور قیاد کا خاتمہ کرو۔ اب تم اپنی بیٹی کو سمیٹو۔ کنور اور بے بھان کو میں نے اپنا بیٹا کہا اور اوس کو لے کے میں دیا اپنے چڑھوں گا۔“

مہاراج یہ سنتے ہی اپنے راج کی گدی پر آ بیٹھے اور اس گھڑی کہہ دیا۔

”ہمارے چھتوں کو اور کھنوں کو گولے سے منڑھ لو اور سونے روپے کو روپے پہلے منہ سے سب جھاڑ اور پھاڑوں پر داغ دھو اور پتوں میں موتی کی لڑیاں گوندھو اور کہہ دو چالیس دن چالیس رات تک جس گھر راج آٹھ پیر نہ دیکھا اوس گھر والے سے میں رنجور ہوں گا اور چٹوں گا یہ میرے دکھانے کا ساقی نہیں۔“

چھ بیٹے جو کوئی چلنے والا نہیں دھڑلے سے اور رات دن چلا جائے اس میں بیکھر میں وہ راج سب تھا کہیں نہ کی ڈول ہو گیا۔

جانا مہاراج اور مہارانی اور مسائیں مہندوگر رانی نکلی کے چلنے کے لیے

بھر گردی اور مہاراج اور مہارانی مدھن بان کے ساتھ وہاں آ پہنچے، جہاں رانی نکلی چپ چاپ خون سینے پیچی تھی۔ گردی نے رانی نکلی کو اپنی گود میں لے کے کنور اور بے بھان کا چڑھاوا چڑھا دیا اور کہا:

”تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اپنے گھر سو دھاو۔ اب میں اپنے بیٹے کنور اور بے بھان کو لے کر آتا ہوں۔“

گردی گسائیں جن کو زبردست ہے سو تو وہ سو دھاوتے ہیں۔ آگے جو ہوگی سو کہنے میں آوے گی۔ یہ دھوم دھام اور پھیلا دھواں کیجئے۔

مہاراج بگت پر اس نے اپنے سارے دلہن میں کہا: ”یہ پکارو میں جو یہ ذکرے گا، اوس کی بری گت ہو گی۔ گاؤں میں آئے سانسے قریب لے کر جانا کے سو پہ پہلے سے ان پر لگا دو اور گت دھک کی اور گوکھرو روپیلی سہری اور کر میں اور اکھ ٹاکھ ٹاکھ، تمہارے بیٹے بڑا پختل کے پرانے پرانے جڑ جہاں جہاں ہوں وہاں پر گٹوں کے پھولوں کے سہرے پر سے لگ رہے ہیں۔ جس میں سر سے لگا جڑ تک اون کی ٹھلک اور ٹھلک پہلے۔ ہاتھ دھو۔“ ”چھٹک:

پدرمیں نے رنگ کے سوپے جوڑے پہنے،
 سوپوں میں والیوں نے توڑے پہنے،
 بوٹی بوٹی نے پھول پھول کے گھنے،
 جو بہت نہ تھے تو تھوڑے تھوڑے پہنے

بٹنے ڈھڑ سے اور ہر دال میں لہلہے پات تھے، اپنے اپنے ہاتھ میں چنگی مہندی کی رچاوت، اجاوت کے ساتھ جتنی مہلوے میں سانسکی، مرنی اور جہاں تک نول بیاہی وائیں تھیں پائیوں کی اور سہا گھسیں تکی تکیوں کی، جوڑے بچھڑوں کے پہنے ہوئے تھیں، سب نے اپنی اپنی گود سہاگ پٹاڑ کے پھول اور پھولوں سے بھری اور تین برس کا چھباجا لوگ دیا کرتے تھے، اوس دلع کے راج بھری میں، جس صاحب سے ہوا بکیتی پاڑی کر کے، اہل جوت کے اور کپڑا کچھ کھوٹ کے، سوسہ لون کو چھوڑ دیا۔ اپنے گھروں میں کھاؤ کے ٹھانڈ کر کے اور جتنے راج بھری میں کوئیں تھے، کھٹھ سائوں کے کھٹھ سائل لیے جان میں اونٹن ملیں گئیں اور سارے بھوں میں اور پھاڑتھیں میں دال ٹیٹوں کی بھار، مہم بھارہٹ راتوں کو ریکھائی دینے کی اور جتنی چھیلیں تھے، بھون سب میں کسم اور شہسوار ہر نگار چ گیا اور کسری بھی تھوڑی تھوڑی گھولنے میں آگئی اور پختک سے رنگ جز تک بھار جھکاڑوں میں پختے اور تھیں کے بندھے جتے تھے اور دو پہلے سہرے ڈاک گوند رنگ کے چپکا دیے اور کہہ دیا گیا جو سوچی بکڑی اور سوچی ہاگے بن کوئی کسی ڈال، کسی روپ سے نہ بھرے پتے اور جتنے گویے، بکڑیے، بھارے، بکھٹی، ڈھاڑی اور شگیت، پختے ہوئے ہوں، سب کو کہہ دیا جن جن کا تو میں جہاں جہاں ہوں، اپنے اپنے لٹکانوں سے لی کر اٹھا اٹھا بھگولنے بچھا کر گاتے گاتے دھو میں جاتے تاپتے کوڑے دبا کر رہیں۔

وصوف نامہ گائیں مہند کا نکھوڑا دے بھان اور اوس کے ماں باپ کو کور نہ پاؤ اور بہت سا سٹھلا، راجہ اندر کا اس کی چٹھی چٹ کے آؤ

یہاں کی بات اور چٹلیں جو کچھ ہیں، سو بھیجیں رہنے دو۔ اب آگے یہ سٹو۔ جوگی مہندو گر اور اس کے نوے لاکھ اتھوں نے سارے بن کے بن چھان مارے، کہیں نکھوڑا دے بھان اور اس کے ماں باپ کا لٹکا ناٹا لگا۔ جب ان نے راجہ اندر کو چٹھی لکھ بھیجی۔ اس چٹھی میں یہ لکھا ہوا تھا:

”تھیں بھوں کوئیں نے برن اور برنی کر ڈالا تھا۔ اب اون کو اٹھوڑا چٹا بھرتا ہوں، کہیں نہیں ملتے اور بھری چٹھی کتھی کتھی، اپنے سے کر چکا ہوں اور اب میرے منہ سے لٹکا نکھوڑا دے بھان میرا دینا اور میں اس کا باپ۔ اوس کی سسرال میں سب بیاہ کے ٹھانڈے ہو رہے ہیں۔ اب مجھ پر پٹ کاڑ ہے۔ جو تم سے ہو سکے سو کرو۔“

دلہا اندر گرہ بند کر کے دیکھنے کو سب اندر اس سمیت آپ آن پہنچتا ہے اور کہتا ہے:

”جیسا آپ کا بیٹا تیسرا میرا بیٹا۔ آپ کے ساتھ میں سارے اندر لوگ کو سمیٹ کے کھور اور سے بھان کو

جائے گا۔“

گسا گئی مہندہ گرنے دلہا اندر سے کہا:

”اُماری آپ کی ایک ہی ایک بات ہے۔ یہ کچھ ایسی سوچھائیے جس میں وہ اور سے بھان ہاتھ آویں۔

یہاں بیٹے کو یہ اندر گاہیں ہیں، ان سب کو ساتھ لے کے ہم اور آپ سارے خوں میں پھریں۔ کہیں نہ کہیں لہکا کا لگ

جائے گا۔“

بھان اور ہر خوں کے کھیل کا پکڑا اور سے سر سے کھور اور سے بھان کا روپ پکڑا

ایک رات دلہا اندر اور گسا گئی مہندہ گر گھری ہوئی چاندنی میں بیٹھے ہوئے راگ سن رہے تھے۔ کڑوں

ہر ان آس پاس آن کے دواگ کے دھان میں چڑکڑی بھول سر بھانے کڑے تھے۔ اس میں دلہا اندر سے کہا:

”ان سب ہرلوں پر چڑھ کے میرے سگت، مگر وہ بھگت، پھوڑی سخری، لہیری باجا ایک ایک چھینکا پانی

کا وہ۔“

کیا جانے وہ پانی کیا تھا۔ پانی کے چھینٹے کے ساتھ ہی کھور اور سے بھان اور ان کے ماں باپ تھیں بیٹے

ہرلوں کا روپ پھوڑ کر چھپے تھے ویسے ہو جاتے ہیں۔ مہندہ گر اور دلہا اندر ان تینوں کو گلے لگاتے ہیں اور پاس اپنے بڑی

آؤ بھگت سے مخاطب ہیں اور وہی پانی کا گھڑا ہے لوگوں کو دے کر وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں سر منڈاتے ہی اوالے

پڑتے ہیں۔ دلہا اندر کے لوگ جو پانی کے چھینٹے وہ ہی لہیری باجا چڑھ کے دیتے ہیں، جو جو سر منڈے تھے، سب اٹھ

کڑے ہوئے ہیں اور جو اور اور سوئے ہوئے بھاگ بیٹھے تھے، سب سٹ آتے ہیں۔

دلہا اندر اور مہندہ گر کھور اور سے بھان اور دلہا سورج بھان اور رانی بھگن پاس کو لے کر ایک اڑن کھولے پر

بیٹھ کر بڑی دھوم دھام سے ان کے اپنے راج پر بیٹھا کر بیاہ کے خواہ گھڑتے کرتے ہیں۔ فاسر ہیں ہیرے سوئی ان سب پر

پنجا اور ہوتے ہیں۔ دلہا سورج بھان اور اور سے بھان اور ان کی ماں رانی لگی پاس چپت چاہی آس پر پھولوں اپنے

آپ میں نہیں آتے اور سارے اپنے راج کو بھی کہتے جاتے ہیں۔

”بھوڑے بھوڑے کے منہ کھول دو اور جس جس کو جو جو لوگت سو مجھے، بول دو۔ آج کے دن سے اور کونسا

دن ہوگا۔ ہماری آنکھوں کی چلیوں کا جس سے چلن ہے۔ اس لاؤ لے لکھو تے کا بیاہ اور ہم تینوں کا ہرلوں کے روپ

سے نکل کر پھر راج بڑھنا۔ پہلے یہ چاہیے جن جن کی ریشیاں ہیں، ان بیاہیاں، کھور پاس ہا پاس ہوں، ان سب کو اٹھا کر

وہ جراثیمی جسم جس سے پاؤں چرچ سے پاڑیں اپنی اپنی گڑیاں سنوار کے اٹھادیں اور جب تک جیتی رہیں، تیار سے یہاں سے کھایا پینا پکا پاردہ عاکریں اور سب رائج بھری بیٹیاں سدا سہا گھیں بنی رہیں اور سوچے دانے سمجھت بھی کوئی کچھ نہ پہنا کریں اور سونے روپے کے کوڑ لگا جتنی سب گھروں میں لگ جائیں۔ سب کوٹھوں کے ہاتھوں پر کمر اور چندن کے نیچے لگے ہوں اور جتنے پہاڑ اترے ویسے میں ہوں، اتنے اتنے ہی روپے سونے کے پہاڑ اترتے سامنے کھڑے ہو جائیں اور سب ڈانگوں کی جوٹیاں سوتیلوں کی مانگ سے بن مانگے بھر جائیں اور پھولوں کے گیتے اور بند نوازوں سے سب چھاڑ پھاڑ لڈ سے چھڈے رہیں اور اس رائج سے لگا اس رائج تک اُھر میں چھت ہی ہاتھ دو۔ چھا چھا گھیں نہ ہے۔ چھیں بھیل بھل کا، دھوم دھڑکا نہ ہو، چاہیے پھول اٹھنے بہت سارے کھڑے جائیں۔ جو نہایں بھی جی جی پھول کی پھلیاں ہیں، یہ سمجھا جائے کہ وہ بیڑا دل کر دو دھڑھڑ سے دوڑ کر گویا ہے جن میں سب لالزی اور ہیرے اور بھگراج کے اور اُھر کنول کی پھلیاں بن جائیں اور کپار پائیں ہی ہو جائیں جن کے پھل سچے ہو فطیں اور کوئی ڈانگ اور پہاڑ تلی کا تار چھ ماڈا ایسا دیکھائی نہ دے جس کی گور بھگروں اور پھولوں سے بھری جھوٹی نہ ہو۔

دلہا اندھا کالھ کرنا اور دے بھان کے پھاڑنے کے لیے

دلہا اندھے کہہ دیا:

”وہ دھڑپاں، پھلیاں جو اپنی مدھ میں آڑ چلیاں ہیں، انوں سے کہہ دو سولہ سگ، پال ہال کج سوتی پردہ، اپنے اپنے اچھ اور اچھے کے اڑن کھٹلوں کے اس رائج سے اس رائج تک اُھر میں چھت ہی ہاتھ دو۔ پر بکھا یہی روپ سے اڑ چلو جو اڑن کھٹلوں کی کپار پائیں اور پھلوار پائیں ہی بیکڑوں کوں تک ہو جائیں اور اوپر ہی اوپر مردنگ، جین، بھگراج، ہیرے، بھگراج، ان بندھے سوتیلوں کے چھاڑ لڈ لال ٹیوں کی، بھیل بھل کی، جم بھلاہٹ دکائی دے اور انہیں لال ٹیوں میں سے جھ پھل، بھگڑی، جاق، جوہیاں، کدھ، گیدہ، چھیلی اس ڈھب سے پھلنے کی کھٹوں کی چھاتوں کے کوڑ لکھ جائیں اور پھاڑے جو اچھ اچھ کے پھولوں میں سے ہتے پارے اور پھلے بھگروں نے وصل وصل پائیں۔ اور جب تم سب کوٹھی آدے تو چاہیے، اس ٹی کے ساتھ سوتی کی لڑیاں تھریں جو سب کے سب ان کو جن جن کے رچ کے رہے ہو چاہیں۔ ڈانگوں کے روپ میں سارنگیاں چھڑ چھڑ سٹیلے گاؤ، دونوں ہاتھ چاؤ، دانگیاں پھاؤ۔ جو کسی نے نہ سنے ہوں، وہ تاؤ بھاؤ، رادھ چاؤ، دکھاؤ، خٹھ پائیں کپکا ڈاؤر ٹاک بھریں تان تان بھاؤ تاؤ۔ کوئی بھوت گرد نہ چاؤ، ایسا بھاؤ جو لاکھوں برس میں ہوتا ہے۔

جو جو دلہا اندھ نے اپنے منہ سے نکالا تھا، آگ کی جھپک کے ساتھ وہی اونے لگا اور جو بکھولوں دونوں

مہاراجوں نے ادھر ادھر کہہ دیا تھا، سب کچھ اسی روپ سے ٹھیک تھا کہ ہو گیا۔ جس کا بنے کی یہ کچھ پھیلاؤٹ اور جمادٹ اور چاؤٹ لاپے کے اس شکستہ ساتھ ہوگی، اوس کا اور کچھ پھیلاؤ کیا کچھ ہوگا۔ یہ وہی ان کرلو۔

خانہ گساٹیں مہندر کا

جب کھوراوے یہاں اس روپ سے کا بنے چھے اور وہ پامین جوائنڈ جیری کوٹھری میں منوٹا ہوا تھا، اوس کو بھی ساتھ لے لیا اور بہت سے ہاتھ جوڑے اور کہا:

”پامین دو پوتا اتھارے ہمارے کہنے سننے پر نہ جا کہ تمہاری جورت ہوتی چلی آئی ہے۔ بتاتے چلو۔“

ایک اوڑن کھولا یہ وہ بھی ریت بتانے کو ساتھ ہوا۔ دلچاندراہ گساٹیں مہندر گر ابراہت، ہاتھی پر جھوٹے بھانجے دیکھتے بھالتے سارا اکھاڑا لیے چلے جاتے تھے۔ دلچسورج بھان دول کے ٹھوڑے کے ساتھ ملا چٹا ہوا پیدل تھا۔ اسے میں ایک سٹاٹا ہوا۔ سب گھبرا گئے۔ اس سٹاٹے سے وہ جرجگی کے نوے لاکھ تھیت بنے، سب کے سب جوگی بنے ہوئے مورتوں کی لڑیوں کی پٹی ٹکوں میں ڈالے، کانٹیاں اسی صاحب کی پائے سے، مرگ چھاؤں اور کھمبوں پر انہوں کے پیوں میں چٹنی انگلیں بھاری تھیں، دو جوگنی ٹنگنی ہو گئیں۔ سچہ پال اور چٹے دلوں پر لارہوں پر چٹنی رانیاں مہارانی بھگن ہاس کے پیچھے چلی آتھیں تھیں، سب کو کد گد پائیں ہی ہوئے تھیں۔ اس میں کہیں بھرتی کا سا گد آیا کہیں جوگی ہے پال آ کھڑے ہوئے، کہیں مہاراجوئی اور پارہتی سی دکھائی پڑے، کہیں گورکھ جگے، کہیں پھونڈتھ بھاگے۔ کہیں بچہ، کچھ ہارو، سٹکھ ہوئے۔ کہیں پر سرام، کہیں پادوں روپ، کہیں ہرنا کس اور فرنگھ، کہیں رام بھگن اور بیجا سائنے آئے، کہیں راون اور لڑکا کا کھینڈا سارے کا سارا دیکھائی دینے لگا۔ کہیں کھیاٹی کا قتم اٹھی ہوتا اور ہاس دیو کا توکل لے جاتا اور لون کا اس روپ سے بڑھ چلا اور کانیں چرائی اور مورلی بھائی لود کو کیوں رانی سے دھو میں بھائی اور بکھا کا بس کر لینا اور وہی کرٹی کی کھیں۔

بسی پٹ چرگھاٹ

بندرا میں دیکھا پہنچ کر سائے کیسے رہتا اور اس کھیا سے جو جو کچھ ہوا تھا، سب کا سب جیوں کا تھیں، آنکھوں میں آنکھوں چانا اور سورہ سوگو کیوں کا تھلا سا سٹھٹا گیا۔ ان کیوں میں سے اوڑھو کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوپن کے اس کہنے نے سب کو رولا دیا۔ جس صاحب سے بول کے روٹھ گئے ہوئے تھی کہ کوٹھری تھی۔

بکت

جب ہماڈ کریل کی لکھن کاں ہر دوار کا جیوں ما جائے ہے
مگد ہوت کے دھام ہائے گئے، مہرا جن کے مہراج بھنے
تج سورد کٹ اور کامریا بکھو، اور ہی ناتے جود لئے
دھرے روپ لئے اور کیاں چرائیج بھول گئے

اچھا بھائیوں کا

چتے گھاٹ دولو راج کی عذریں میں تھے، بکے چاندی کے قتلے سے ہو کر لوگوں کو بکا بکا کر رہے تھے۔
نواز سے، بھولے، بکھے، سورا بکھی، سونا بکھی، سیام سورا، رام سورا اور چتھی اے ب کے ناویں تھیں، دھڑے روپ
سے بگی کھائی، کسی کسائی، سوسو لگیں کھا چاں، آ چاں، اچھا چاں، اچھا چاں، چڑی بھر چاں تھیں۔ لون سب پر بگی گویے،
کھیاں، رام جنیاں ڈوٹیاں کچا کچے بھری اپنے اپنے کرب میں ناچتی، بکاتی، بکاتی، بکاتی، بکاتی، بکاتی، بکاتی، بکاتی،
اگڑا نیاں مہا نیاں، اگڑا نیاں چھا چاں اور بھلی چڑ چاں تھیں اور کوئی نا ڈا ایسی نہ تھی جو سونے روپے کے ہاتروں سے منڈھی
ہوئی اور سادری سے اچھی ہوئی نہ ہو اور بہت سی نا ڈے ہٹو لے بگی اسی ڈھب کے، لون پر گائیں بٹھی بھولتی ہوئیں،
سو لے، کد اور سادری کا گھری کاٹھو سے میں گار چیں تھیں۔ ذل بادل ایسے لڑوں کی سب بھیلیں میں بگی چھا رہے تھے۔

آ پھٹنا کد اور سے بھان کا بھا، کے لٹاٹھ کے ساتھ لکھن کی ڈیوڑھی پر

اس دھوم دھام کے ساتھ کد اور سے بھان سورا بھا سے جب لکھن کے گھر تک آں پہنچا اور جود بٹھی ان
کے گھرانے میں ہوتی بلی آ چاں تھیں، ہونے لکھیاں۔ دن ہاں رانی نکلی سے ٹھوڑے کر کے بولی:
"کب تک سیٹے، بھر بھر بھولی۔ سر ہوا ڈانے کیا بٹھی ہو۔ آڈ نہ تک ہم تم مل کے بھر دوگوں سے انھیں
بھا گئیں۔"

رانی نکلی نے کہا:

"ندری! ایسی ٹپکی باتیں ہم سے نہ کر۔ ایسی ہمیں کیا پڑی جو اس گھڑی ایسی کڑی بھیلی کر دیں بھلی کر، اور بھنی
اور بھلی بھلیں بھرے ہوئے لون کے بھا بکھے کو چا کڑی ہوں۔"

دن بان اس دکھائی کو ہون دکھائی کی انتہوں میں کر رہی:

دو چہ پٹا بولی کے

دو

ہوں تو دیکھو دا چھڑے جی دا چھڑے جی دا چھڑے
ہم سے اب آئے گی ہیں آپ یوں مرے کڑے
جہان ہمارے بن کے بن تھے، آپ نے جن کے لیے
وہ ہرن جو بن کے مدھ میں ہیں بے دودھ کھڑے
تم نہ جاؤ دیکھنے کو جو انہیں کچھ بات ہے
جہانکھے اس دھیان میں ہیں، دون کے سب پھولے بڑے
بھی کہات "جی کو ہمارے یوں ہی پر منظر اُٹاٹے"
لے بیٹیں گے آپ کو، ہم ہیں اسی دھن پر الے
سلس خطی ہر کے رانی کھنکی بولی "کہہ جی
سب تو اچھا، کچھ ہوا، پر اب کھیزے میں نہ"

واری بھیری ہوتا دن بان کا رانی کھنکی پر واری کی ہاس کا سوگنا اور اٹھے ہیں سے لوگنا

دوس کھڑی کچھ دن بان کو رانی کھنکی کے مانچے کا جوڑا اور صوبوں اور کھنکیوں کا بیجا چور بھرا بھرا ہوا
لگ گیا تو رانی کھنکی ہاس کو گھننے لگی اور اپنی آنکھوں کو ایسا کر لیا جیسے کوئی کوئی کو گھننے لگی ہے۔ سر سے لگا پاؤں تک واری
بھیری ہو کے تھوڑے سولے لگی۔ رانی کھنکی سمٹ سے دیکھتی ہی ہاس کے چکا ساتھ لے لگی۔ دن بان بولی:
"میرے ہاتھ کے تھوڑے سے وہ ہی پاؤں کا جھلاؤ دکھایا ہوگا۔ جو پروں کے دو صوفے صوفے میں چڑ گیا تھا۔"
اسی دیکھتی کھنکی کی چوٹ سے سوس کر رانی کھنکی نے کہا:
"کاٹا اڑا تو اڑا اور جہان چڑا تو چڑا، پر کھڑی تو کیوں میرا پیٹھا لا ہوئی۔"
سراپتا رانی کھنکی کے جوہی کا

رانی کھنکی کا بھلا گنا، کھننے چڑھنے سے باہر ہے۔ وہ دلو بھوؤں کی کھلاوت اور چھوٹوں میں لالچ کی سادہ

اور کھلی جگہوں کی رودادہت اور فسی کی لگاوت۔ دیکھو یوں میں مسیہ کی اورادہت اور آتی سی دکھاوت سے ناک اور تیری چٹھاٹ اور کھلیوں کا گالیاں دینا اور پل لکھنا اور پرندوں کے روپ سے کر چھاٹیں مارے سے اوچھلنا کچھ کہنے میں نہیں آتا۔

سراہتا کھڑکی کے جھونکا

کھنڈ اورے بھان کے اچھے پین میں کچھ پل لکھا، کسی سے ہون سکے ہوئے رہے۔ اون کے لو بھار کے دنوں کا سہانا پین اور چال احوال کا اچھن نگہن، اچھی ہوئی کوئیل کے چھین اور کھنڈے کا گھدایا ہوا جھونکا۔ جیسے بڑے تر کے ہرے گھرنے پھاڑوں کی گود سے سورج کی کرن لگی آتی ہے۔ یہی روپ تھا۔ ان کی بھیکتی مسوں سے دس کا چٹا چٹا اور اپنی پر چھائی، کچھ کرا کر نا، جہاں تھاں چھاو تھی، اوس کا ذول ٹیک تھا۔ کھان کے پانوں تلے جیسے دھپ تھا۔

دول اورے بھان کا سنگا سن پر پٹھنا

دول اورے بھان سنگا سن پر بیٹھا اور ایہ صراوہ و رعبہ اور جھکی منہ در گرجم گئے۔ دول کا پاپ اپنے بیٹے کے پیچھے بلا لیے۔ کچھ کچھ لکھانے لگا اور ناچ لگا ہونے اور آدھر میں جروڑوں کنوٹے اندر کے کھڑے کے تھے، سب کے سب اس روپ سے چھت پائے تھے کہ کہتے۔ مہارائیاں دولوں سو گھسیں آپس میں ملیاں جلیاں اور دیکھنے دیکھنے کو کھنڈوں پر چنوں کے کھڑوں کے انکوں میں آٹھیاں۔ ساگ، انکیت، بھنڈ جال درمیں ہونے لگا۔ چٹے راک اور رانگیاں گھسیں، اکھن کھیاں، چھوٹھی، کاٹرا، کھنڈ، سوٹی، پرچ، بھاگ، سوہرٹ، کانگڑا، بھیروی، کھٹ لٹ، بھیروں، روپ پکڑے ہوئے بیچ بیچ کے جیسے گانے والے ہوتے ہیں، اپنے اپنے نکس لگے اور گانے لگیاں۔ اوس ناچ کا جو بھاڑ ڈاڑھاوت کے ساتھ ہوا، کس کا منہ جو کہہ سکے۔ چٹے کے کھجکھن کر تھے، بادھو پاس، دس دھام، کشن نواس، اچھی بھون، چندر بھون، سب کے سب نے سے لپٹے اور سچے سوتیوں کی مہاریں اپنی اپنی گانہ سینے ہوئے ایک بھین کے ساتھ سوتالوں کے روپ سے بھوم بھوم پیٹنے والوں کے منہ چم رہے تھے۔

پچھن سچ انوں سب گھروں کے ایک آری دھام بنایا تھا، جس کی چھت اور کواڑ اور آگن میں آری بھٹ گھن گھڑی اینٹ کے پٹ ایک اچھی کے پارے گھرن تھی۔ چاندنی کا جھڑا پہننے ہوئے چودھویں رات جب گھڑی چھ ایک دھکی، جب دھکی کھنکی سی دھکیں کھوں آری بھون میں بیٹھا کر دول کو بھابھا۔

کھنڈ اورے بھان کھنڈا ہوا سر پر کھٹ دھرے سر ہانڈھے دھکی تر اوے اور بھٹ کے ساتھ چاند سا

کھڑا لے ہوئے جا پہنچا۔ جس جس ڈھب سے ہامن اور پنڈت کہتے تھے اور جو جہاد راجوں میں رہتیں جلی آتیاں
 تھیں ماسی ڈول سے ماسی روپ سے بھونزی کٹھ جوڑا سب کچھ ہولیا۔

دو بے ہمتی بولنے کے

اب اودے ہمان اور رانی کھکی دونوں نے
 آس کے جو پھول کھائے ہوئے تھے، پھر کھیلے
 لیکن ہوتا ہی نہ تھا، جس ایک کو اوس ایک ہی
 رہنے پہنے سو گئے، آپس میں اپنے رات دن
 اسے کھاڑی اس پر بہت تھا کہ نہیں تھوڑا ہوا
 آن کر آپس میں جو دونوں کا گھ جوڑا ہوا
 چاہ کے ڈابے ہوئے، اسے میرے داتا، سب قریبی
 دن پھر سے جیسے انہوں کے اپنے اپنے دن پھر

وہ اوڑن کھولے والیاں جو آؤ حرم میں جھٹ ہانڈے ہوئے قہر کی تھیں، پھر پھر جھولیاں اور خفیاں
 ہیرے اور موتیوں سے بچھا اور کرنے کے لیے اور آتیاں۔ اوڑن کھولے جن کے قوس آؤ حرم میں جھٹ ہانڈے ہوئے
 کھڑے رہے۔ دولہا لہن پر سے ساتھ ساتھ ہیرے واری پھیری ہوتے ہیں۔ پس پس گیان اور ادنی سبھوں کی گنگی سی
 لگ گئی۔

رہبر اندر نے دلہن کی دست کھائی میں ایک ہیرے کا اکڑال چھپر کھٹ اور ایک چیر کی بکھراج کی دی اور ایک
 پار جات کا پودھا جس سے چو پھل مانگیے، دوسری نے دلہن کے سامنے لگا دیا اور ایک کام دھمین گانے کی پٹھیا بھی اوس
 کے نیچے ہانڈ دی اور اکیس لوٹ پائیں انھیں اوڑن کھولے والیوں سے جن کے ابھی سے ابھی سقری گاتی بھا جاتا، سبکی
 پود چس، گھسورے گھسورے نہیں اور انہیں کہہ دیا:

”رانی کھکی جھٹ اون کے دولہ سے کہہ بات جھٹ نہ کہو۔ جہارے کان پہلی سے سروڑے دیتا ہوں۔

”فوس تو سب کی سب چھری موتیوں میں جاؤ گی اور اپنا کیا پاؤ گی۔“

اور گسانیں مہند گردنی نے ہاون تو لے پاؤ رتی جو سنتے ہیں اوس کے اکس ملنے آگے رکھ کے کہا:

”یہ بھی ایک کھیل ہے جب چاہے تو بہت سا تانہا کھا کے ایک اتنی سی جنگی چھوڑ دے گا۔ لیکن جو چاہے

اور جوگی نے یہ سبوں سے کہہ دیا:

”جو لوگ اون کے چاہ میں جاگے ہیں اون کے گھروں میں چالیس دن چالیس رات سونے کی غزیوں کے روپ میں بنیں اور جب تک جنم کی بات کو بھرنہ کریں۔“

نولا کہتا دے گا تمیں سونے روپے کی سنگوٹوں کی، جزاؤ کہتا پہنے ہوئے، سنگھرد، جھنجھٹا پنس ہاتھوں کے دان ہو تمیں اور سات برس کا چوسا سارے راج اک چھوڑ دیا۔ ہاتھیں نے ہاتھی اور چھتیس نے لوفت لہے ہوئے روپوں کے کتا دیئے۔ کوئی اس، بیل بھڑا میں دو نوراج کارہنے والا ایسا نہ رہا جس کو گھوڑا چوڑا اور روپوں کا توڑا سونے کے جڑاؤ کڑوں کی جڑی نہ ملی ہو۔

اور دن بان بھٹ دولاہن پاس کسی کا ہواؤ نہ تھا جو دن بلائے چلی جائے مہیں بلائے دوڑی آئے تو وہی آئے اور چسائے تو وہی چسائے۔

رائی کھنکی کے چھپڑے کو اون کے کنور لودے بھان کو ”کنور کنور رائی“ کہہ کے پکارتی تھی اور اسی بات کو سوسو روپ سے سنواری تھی۔

دو چالیس بول کے

گھر رہا جس رات انہوں کا، تب دن بان اس گھڑی
کہہ گئی دولاہن کو ایسی سو ہاتھیں کڑی
باس چ کر کیڑے کی کھنکی کا جی بھرا
چ ہے ان دھڑوں جنوں کو اب کسی کی کیا پڑی
دھن نے اپنے گھوٹکت سے کہا:

جی میں آتا ہے حیرے ہونٹوں کو مل ڈالوں ابھی
مل ہے اسے مڑی، حیرے دانتوں کی منہ کی دھڑی



فرہنگ

مرتبہ

محمد اکرام چغتائی

آ

آہنسنے ہی آہنسنے۔ مجبور اور جبراً کسی کو غصے کرنے کے لیے اس کی تحریک کرنے کے موقع پر کہتے ہیں۔

آٹھ پہرا آٹھوں پہرا آٹھوں پہرے میں گزری۔

ہر وقت، ہر لمحہ ہر بات دان۔

آدھ عقلی۔ برہما، سوشلٹی کی دوجی یاد دیتا۔

آدھس / آدھش۔ تعظیم، سلام، آداب (جو گیوں اور

نقیروں کا)

آدھ۔ آواز۔ سر۔

آدھکتا۔ آجاتا۔

آری ہون / آری دھام۔ شیش گل، آئینہ خانہ۔

آگے سے۔ پہلے سے۔ ابتداء سے۔

آسو کی اڑکیں چھانڈا۔ (کناہ) آسو کے قطرے ہنگوں

میں بھر جاتا۔

آسو پھینکا / آسو چھینکا۔ تسلی دینا یا ہونا، دلاسا دینا،

احسان کرنا۔

آٹھ ہر کر دیکھنا۔ بری نظر سے دیکھنا، بُری نظر سے

دیکھنا، بگڑ کر دیکھنا۔

آٹھ لڑ جانا۔ عشق ہو جانا، فریفت ہو جانا۔

آٹھ نچل / آٹھ پھلا / آٹھ پھڑی۔ بچوں کے ایک کھیل

کا نام ملاری میں "سرباک" و "چٹم بندک" کہا

ہوتا ہے۔

آٹھوں سے اوپر مل ہونا۔ غائب ہونا، چھپ جانا۔

آٹھوں سے ملنا۔ عزت دینا، احترام کرنا۔

آٹھوں میں آٹا۔ خیال یا دھیان میں آنا۔

آٹھوں میں بھرتا۔ پار پار یا آٹا، خیال بگاڑنا۔

آٹھیں بے ڈول دکھائی دینا۔ نظریں بدلی ہوئی معلوم

ہونا۔

آٹھیں بھراننا۔ آٹھیں ملانا، آٹھیں نہانا۔

آٹھیں ملا کے دیکھنا۔ آٹھیں سامنے کر کے دیکھنا۔

آٹھیں ملنا۔ فرط محبت سے کسی چیز سے آٹھیں مس

کرنا۔

آٹھری کرنا۔ سوچ کرنا، خوشیاں منانا۔

آڈ بھگت۔ عزت، قدر، منزلت، تعظیم۔

آڈ جانا۔ خوشی، تیزی، پھرتی، چل چل، چلت پھرت کا

انکار۔

الف

اُدھرت۔ جبراً، بغیر کسی اختیار، امرجی۔

اُٹھنا / اُٹھنا۔ اوپر کا چھٹا، اُٹھانی، ماحول کاری۔

اُٹھار کھانا۔ عید، جونی، اُٹھان کے دان۔

اُٹھار اُٹھار سہا میں تپنے والی پری، اُٹھار۔

اُچا کیا آپ پاتا / اُچا کیا پاتا۔ اپنے کیے کی سزا بھگتنا،

عذارت اُٹھانا۔

اُچی ہی کرنا۔ حتی المقدور کوشش کرنا۔

اُچی گڑ (اُن) ستوارنا۔ اپنی حیثیت کے مطابق اپنی کامیاب

کرنا۔

اُپنے آپ میں بھولا ہونا۔ باز کرنا، غلط کرنا، بہت غرض

ہونا۔

اُپنے ہمارے۔ دوست دشمن۔

اپنے گئی ہے ہاتھی کرتا۔ سوچنا خوردگالی۔

آگاہ۔ شیبہ۔ بلعلائ۔

اگلی ہی۔ معمولی تھوڑی سی، ذرا سی۔

احیت۔ سادھو، جرگی، پیلا، بناو حاری، سفیاسی، شاگرد، ورتوں۔

احیت بھاتا۔ پیلا بھاتا، سادھو بھاتا، شاگردی میں لینا، تقیری مٹا کرتا۔

الہا۔ لڑکی کو چاہ کر کے رخصت کرتا، دودار کرتا۔

الکھلی (الکھلی) پن۔ پنچل پن، شوقی، طراری، اپچلا ہوت۔

الہ جاتا۔ چلا جاتا، رخصت ہوتا۔

الٹنی ہوئی کوٹیل۔ نو خیز، نو عمر، مقنوی، شباب۔

الٹھ کھڑا ہوتا۔ مٹی الٹا، زلزلہ ہوتا۔

الٹا۔ بھاگتا، بیدار ہوتا۔

الٹا ہوتا۔ چاہ حال، بالسرود، مفہوم۔

الٹری۔ سخت حال، ابر باد، درنجیدہ، بالسرود۔

الٹلی۔ پنچل، شرچ۔

اپچلا ہوت۔ شوقی، طراری، پنچل پن، چلا ہوت۔

اچھ۔ نوکھا، اچھنچا، حیرت، تعجب۔

اٹھکا۔ بد معاش، اٹھائی گیرا۔

اٹھکھکی بات۔ حیرت انگیز بات، تعجب، خیر بات۔

اچھا۔ خیر۔

اچھا پن، اچھا پن۔ خوبصورتی، حسن، خوبی، نیکی، خوش اخلاقی، حسن۔

اچھا کہنا۔ سنا، باقرار کرنا۔

اچھنچنچن۔ نزاکت، لطافت، حسن و جمال، اچھنچا۔

اچھی گھڑی۔ مبارک گھڑی، ٹھیک ساعت۔

اچھنچن آنا۔ نصیب چاہنا۔

آدھٹ۔ اور اپن، ہنسی کا رنگ۔

آدھر۔ غلا، خالی جگہ، خفا، درمیان، بچوں کی۔

آدھلی بھرتا۔ زمین پر پاؤں نہ دھکتا، چرتی جڑائی میں ادھر ادھر بھرتا۔

آدھ موٹ۔ نیم مرود، نیم جان۔

آڈو۔ اور۔

آڈو۔ چاہ گاہ، داؤت، آڈ۔

آڈ چلاتا۔ مٹروں ہوتا، غرو کرتا، اتر آتا، جد سے گزر جاتا۔

اڑنا۔ آ بارہ ہوتا، قائم رہنا، اٹھنا، بچنا، اچھلتا۔

اڑن کھٹو۔ اچھلنے والے پر بار بار کرنے والی کھٹو۔

اڑن کھائی کرتا۔ اٹھایا، اٹھاتا، اٹھائی کو بچا بچا کر اٹھاتا، اٹھ کر اٹھنی مذاق کا انداز دینا کرتا۔

اسا دوی۔ ایک، مانگی کا نام جس میں گ، دھ اور نی کوٹل خور ہوتے ہیں۔

اسا دوی۔ ایک قسم کے گھوڑے اور سمیرے، یعنی کپڑے کا

نام، جس کے ہانے میں زرد، سرخ اور سبز پٹریاں اور تانے میں سفیدی تار ہوتے ہیں۔

اکت۔ خواہش، ترکیب، حیرت، طریقہ۔

اکت سوچنا۔ سمجھنے کا، خواہش ہونا۔

اکٹھال۔ ایک قسم کی خوش بھل یا کٹار جس کا بھل اور دھت ایک ہی نام ہے یا کسی ایک ہی حالت کا ہو، بے جواز،

کیساں، بغیر جواز کا ہوا، بے سبب، خالص، پورا، جز

سے چرانی تک۔

اکوٹھو۔ فرور، گھنٹہ، آن ہاں، ہانگن، جوش، اسنگ۔

اکوٹھو۔ اکیلا، اپنے والدین کا ایک ہی چٹا، بن بھائی، بن بن کا۔

اکوٹھو۔ اکیلی، اپنے والدین کی ایک ہی بیٹی، بن بھائی، بن بن کی۔

اکھاڑا۔ سر پیدل کا گردہ، بجیلڑا، اجتماع، راجا اندر کے درباری۔

اکھا کرنا۔ قتل کرنا، دلا سنا دینا۔

اکھا/اگلی/اگھے۔ ۱۔ گذشتہ، پہلا، حتم۔ ۲۔ بڑھ چڑھ کر، بڑھ۔ ۳۔ فریق، جاتی، بالفاظیل۔ صحر، پھانا، سا۔

اگلی سٹھی۔ صحیحہ، بچہ در بچہ۔

الوہ۔ دان، کم، سادہ مزاج، نا تجرب کار۔

الوہین/الوہچ۔ سادگی، نادانی، بھول پن، کم سنی، لاپاہلی پن۔

امری۔ آم کا پتہ۔

امریاں۔ آموں کا باغ۔

ان بھوہا/ان بھوہا۔ بے سوراخ، بن بھوہا۔

انلی۔ انکیوں کا درمیانی فرق، چھینکا، گھائی، چھپانے یا قابو میں کرنے کی جگہ۔

انٹوں میں کرنا۔ جھوکنا، ڈانڈنا، چھپانا۔

آنکھن کرنا۔ سرمہ لگانا۔

اٹھو۔ بندوں کے ایک مشہور دیوتا کا نام۔

اٹھو/اٹھن۔ راجا اندر کا تخت، اندر سہا۔

اٹھو کا اکھاڑا۔ راجا اندر کی سہا یا محفل، جس میں راجا پٹا نکالنا پتے کاٹے رہتے ہیں۔

اٹھو لوک۔ پرستان، محفل، اندر سہا۔

اٹھو جری/اٹھو جری۔ تاریک مکان، (مراد) قید خانہ۔

اٹھو جری۔ پیاری اور خوبصورت آنکھ۔

اٹھو/اٹھو جری۔ گھڑائی لینا۔

اٹھو یاں چھانا۔ انگلیوں کی حرکت سے اپنی بات میں وزن دینا کرنا، نا پتے یا گاتے میں انگلیوں کے اشاروں سے گیت کے الفاظ کا روپ دکھانا۔

اٹھو کے پدے۔ گھر، گھر، اٹھو اٹھو اٹھو اٹھو۔

اٹھو میں ڈالنا۔ اٹھو میں پھینا۔

اٹھو میں پھینا۔ بطور تنبیہ کسی کے ہاتھ کی اٹھو میں اپنی اٹھو ڈالنا۔

اٹھو میں پھینا۔ شادی کا پکا وعدہ کرنا۔

اٹھو میں کرنا/اٹھو کرنا۔ مزے اڑانا، پیش کرنا، بھین سے بر کرنا۔

اٹھو۔ بے عمل، بیکار۔

اٹھو میں پھینا۔ اٹھو میں پھینا، اٹھو میں پھینا۔

اٹھو میں پھینا۔ اٹھو میں پھینا، اٹھو میں پھینا۔

اٹھو میں پھینا۔ اٹھو میں پھینا، اٹھو میں پھینا۔

اٹھو میں پھینا۔ اٹھو میں پھینا، اٹھو میں پھینا۔

اٹھو میں پھینا۔ اٹھو میں پھینا، اٹھو میں پھینا۔

اٹھو میں پھینا۔ اٹھو میں پھینا، اٹھو میں پھینا۔

اٹھو میں پھینا۔ اٹھو میں پھینا، اٹھو میں پھینا۔

اٹھو میں پھینا۔ اٹھو میں پھینا، اٹھو میں پھینا۔

چھ۔ مصیبت، چٹا، دکھ، تکلیف۔

چٹا مادا بہت کامیاب۔ مصیبت زدہ، دکھیا، ستم رسیدہ، پریشان، آفت کا مارا۔

تیس گزری۔ دانت دن۔

بگڑا ایک حوصلہ رہنے کی گول اور غرض لدا کشتی جس میں امیر لوگ بیٹھ کر دریا کی سیر کرتے ہیں۔

چھارے ہوتا۔ سوچنا، غور کرنا۔

چھاؤ کرنا۔ حفاظت کرنا، چھنا۔

چھوڑنا کرنا۔ ہٹنا، لگانا۔

بدادہی کا بدے۔ طے شدہ، نصیب، قسمت۔

بدلی ہوتا۔ حقور میں ہونا قسمت کا کٹھا ہونا۔

بمات چٹا۔ دھاتی اٹروڑ ہونا بکھرنا، دکھنا، بھٹنا۔

بھج۔ سحر اور برہمنوں کے آس پاس کا علاقہ جہاں سرنی کرشن لیا گیا کرتے تھے۔

برساتا۔ خلیج سحر کے ایک گاؤں کا نام جہاں رادھا پیدا ہوئی تھی۔

بروگ۔ بھر، ہدائی، فراق۔

بروگ لینا۔ جدائی، بھر، فراق کے دن گزارنا، جوگ لینا، یوگ کی اختیار کرنا۔

بری بھلی سوچنا۔ ٹھیک۔ بد کی تیز ہونا، ہوشیار ہونا۔

بری گت ہونا۔ شراب، حالت ہونا، انجام بد ہونا۔

برہمنوں۔ برہمنوت، مصیبت کا زمانہ۔

بڑا بڑا۔ زبردست کہنا، چپکے چپکے کہنا۔

بڑا بڑا بڑا بڑا۔ مٹی جھکانے والا، بڑا بڑا کرنا، کرنا

بانے والا، مٹی خور، ڈا بنگلیا۔

بڑی۔ بہت، بڑا، دور۔

بڑا جانا، بڑا چلنا۔ عروج حاصل کرنا، ترقی کرنا، دیر ہو جانا، جہاں جہاں ہوتا، آگے نکلتا، بے تکلف ہو جانا، زور

جان کا مظاہرہ کرنا، حیرت میں ڈالنا۔

بھٹو۔ لباس، پوشاک، کپڑے۔

بھس کر لینا۔ قابو میں کرنا، اپنے اختیار میں کرنا۔

بھس کر لینا۔ تختہ پر کرنا، جھڑا کر لینا۔

بھٹا۔ آواز ہونا۔

بھٹا۔ بھاس کرنا، بک بک کرنا۔

بھرا بھرا جانا، بھرا جانا۔ قابو سے باہر ہونا، گرا جانا، لاکھڑا۔

بھرا ہوا۔ منتشر، پراکھنڈ۔

بھیرا۔ بھڑکا، تیار، داستان، قصہ، کھڑاک، تماشا، معاملہ، الجھاؤ۔

بھیرے میں پڑنا۔ غراب میں پھنسا، پریشانی میں پڑنا۔

بھگت۔ سہ پتہ، ہاک، چھوڑ کر، مطلق، بھگن۔

بھگت بھگت بھگت۔ شیر کی کھال۔

بھگلا۔ ہوا کا گولا، ہوا کا چکر، گرد ہوا۔

بھل۔ زور، طاقت، قوت۔

بھلا۔ بھٹ، آرام، خوشی، سواگت، تماشا۔

بھلائی۔ ایک داگی کا نام جس میں سب خرمندہ ہوتے ہیں۔

بھلے۔ آفرین، شاباش، ہوا ہوا، دلورے۔

بھلج۔ ایک دھڑکا جو باسودج دھڑکا کے نصف اقتدار کا

راگ انا جاتا ہے۔

نہیں۔ جنگل، صحرا، پہاڑ۔

ہن۔ نہیں، بجز سوا۔

نہیں آتا۔ صحن ہوتا۔

ہن مانگے مانگے۔ بلا طلب، (مراد) جلدی، فوراً۔

ناستیق۔ بات بات، جڑی بوٹی، ہنتری، گھاس، پھوس۔

ناٹا۔ پیدا کرنا، تخلیق کرنا۔

ناٹے والا۔ پیدا کرنے والا، خالق۔

ناٹو۔ آرائش، سجاوٹ، ٹیپ، ٹاپ۔

ناٹا ہوا۔ پیدا کیا ہوا، مخلوق۔

ناٹی ہوئی بات۔ صوفی بات۔

ہن بھاری۔ کھواری، جس کا بچا ہوا ہو۔

بندھا ہن۔ ضلع، مقررہ کے ایک مشہور شہر کا نام، جہاں سری

کرشن نے اپنی ایلادوں یا کرشنوں کا مظاہرہ کیا تھا۔

بھڑی۔ لوطی، کبوتر، خاد۔

بھڑ۔ (مراد) خلام، لوطی۔

بھڑمن (بھڈن)۔ گاوڑ۔ آم کے پتوں اور مختلف پھلوں اور

پھولوں کا ہار جس کو خوشی کے مواقع پر ہندو اتروں پر

بانھا جاتا ہے۔

بھڑمن۔ لوطیاں، کبوتر۔

جمنی نصف۔ ہندو اوتھ میں برگمکاوہ اور دست جس کے نیچے

سری کرشن بنی بنایا کرتے تھے۔

بوزھا گھاگ۔ تجر بکار بوزھا، بوزھا خرافات۔

بولا جانا۔ بات چیت کرنا، گفتگو کرنا۔

بوزھا بھڑا۔ ایک قسم کی آتش بازی، بھائی، گولوں میں

سے نکل کر فضا میں پھٹنے والا چوس، جو مختلف رنگ

اور شکل کا ہوتا ہے۔

بولیاں ٹھولیاں مارنا۔ ٹھٹھنے دینا، آواز سے کتنا، خدائی

اڑانا۔

بھاگ (بھاگ)۔ ایک راگ کا نام جو آدھی رات کے

بعد گایا جاتا ہے۔

بھٹا نا پھٹا نا۔ سمجھا، براہِ ماضی کرنا۔

بھابھا۔ شادی بیاہ کرنا۔

بھابھے چھوٹا۔ شادی کرانے کے لیے جانا، ہدایت لے

کر جانا۔

بھٹا۔ درختیں ہونا، گزرتا۔

بھٹا کرنا۔ چٹا کرنا، کسی کو گود لینا۔

بھٹا کرنا۔ ادھر ادھر، فضول، بے ترتیب۔

بھٹے بھٹے۔ اچانک، یکایک۔

بھڑکنا۔ بے خوف، بے تکلف۔

بھے لولہ۔ بدلتا، بھڑکی، برے حال، بے لاشگی پن

ہے۔

بھڑا۔ بے ترتیب، فضول، بھلو۔

بھڑی۔ بے موقع، اختلاف، قاعدہ۔

بھڑا بھڑا نا۔ مہر کرنا، لازم کرنا، اٹھانا، قہر کرنا۔

بھٹلی۔ بھگتی، بے قرار۔

بھٹن۔ ستار یا تصویر کی قسم کا ایک بانھا ہوتا ہے سے بنا ہوا منہ

سے بھایا جانے والا ساز۔

بھٹا بھٹا نا۔ اچھا نا۔ زبان، بولی (مراد) شکر

زبان۔

بھاگتا تھا۔ شکرست آمیزی، شکرست پن۔

بھاگ۔ قسمت، نصیب، مقدر۔

بھاگنا۔ پھرتا، بھلا لگنا۔

بھاظ۔ سحر، خیال، سوانح، بھرنے والا۔

بھاڑ بھگ۔ فرد، گھنٹہ، خود ستائی۔

بھاڑ کا ڈ۔ کیفیت، حالت، برکت کاری۔

بھاویں۔ خوب، دھیان، ماضی، (عجازاً) پسندیدہ۔

بھبھاس مگر۔ وہاں، ایک راگ کا نام جو صبح کے وقت گایا جاتا ہے۔

بھبھوت، بھبھوت۔ شیو کی صورتی کے سامنے بیٹنے والی آگ کی راکھ جو جوگی اور سنیاسی اپنے جسم پر ملنے ہیں۔

بھلا نا سرگرداں بھرنا۔

بھگن۔ چاہا، عبادت، اچھے نفع جس میں بھگوان یا کسی دیوی دیوی کی تعریف کی گئی ہو۔

بھرتی۔ ایک مشہور قواعد نویس اور شاعر (بھرت ہری)۔

بھرتا۔ پورا کرنا، بھل کرنا۔

بھری بھرتی لکھرا بھرتا۔ لہاب، لہریز، بھری ہوئی، بھرپور، سرسبز و شاداب۔

بھڑک۔ چمک، روشنی، حیرت، وحشت۔

بھگت پھوڑا، بھگت پھوڑی۔ بھگت کو ظاہر کرنے والا نذر و دانقا کو ظاہر کرنے والا۔

بھگت پھوڑی بھرتی۔ عمل کا فرضی نام، ایک قسم کے جاپ کا بھرتی نام۔

بھگتیا۔ سوانحی، بہرہ یاج، گویا۔

بھلا۔ ۱۔ کیا بھال، کیا مقدر۔ ۲۔ بھگت، ایجاب، ہاں،

اچھا۔ ۳۔ بیک، شریف۔ ۴۔ ایک گھڑی گند۔

بھلا لگنا۔ اچھا معلوم ہونا۔

بھلاوا۔ فریب، مبالغہ، بہکاوا۔

بھلاوے میں ڈالنا۔ فریب دینا، بھانسا دینا، دھوکا دینا، بہکانے میں ڈالنا۔

بھنڈ پال۔ بھانڈوں کا ایک مخصوص گیت جو تالیاں بجا کر گایا جاتا ہے۔ ایک قسم کا ناچ جس میں تالیاں ٹٹنی چلتی ہیں۔

بھوت۔ شیطان، طغیث۔

بھولیا، بھولیا۔ بھولا بھرا، غریبی کشی۔

بھون۔ مقام، گھر، محل، دیوی کا استکان۔

بھونڈا بھونڈا (مراد) اچھا بھرا خزانہ۔

بھونڈی، بھونڈے، بھونڈا، پتھر، پھیرا، شادی کی رسم جو بھونڈوں میں بھیرے کھلاتی ہے۔

بھیکھا ہوا۔ غریب، درویش۔

بھید پانا۔ راز معلوم ہونا، خفیہ بات کا پتہ پانا۔

بھیروں۔ چھراگوں میں سے ایک راگ۔

بھیروی۔ بھیروں راگ کی پانچ راگنیوں میں سے ایک راگنی کا نام۔

بھیل بھاڑ۔ کھڑت، بہتات، مذہب، مجمع، اجتماع۔

بھیل بھڑکا۔ بھوم، بھیل بھیل، اڑو، بام، بھرج، بھکر۔

بھیل بھیل۔ بھرا، آغاز ہونے کی کیفیت، حالت۔

بھینا۔ بکا، طلیف۔

بھیجا بھیجتا ہیں۔ لطافت، ہلکاپن، خوشبو کا سوسہ جاپن۔

بھینے / بھنی / بھنیا۔ بوسے، بھولی، ہوا۔



چالے / چمکے / چمکے / چمکے (ہماز آ) بد معاش، ہانکے۔

چاٹ۔ برگ، دیا۔

چاٹ۔ دریا کی چڑھائی۔

چاڑھی۔ چاڑھی، ہال، پہاڑ کی دختر کا نام۔ بھدوں کی

ایک۔ بچی کا نام۔

چار جات کا پودھا (چرواہا) ایک مقدس درخت کا نام جو

بہشت میں اعدہ کے نندن نامی پائے میں ہے۔

چان۔ چان سے مشابہ ایک قسم کی آتش بازی۔

چاؤں پر گر چنا۔ قدموں پر سر رکھنا، خوشامد کرنا۔

چاؤں پر گرنا۔ قدم بوی کرنا، نہایت تعظیم سے پیش آنا،

احسان مندی کا اظہار کرنا۔

چاؤں چنا۔ خوشامد کرنا۔

چاؤں پر چنا۔ احترام کرنا، پاؤں کی ملائی پر ستم بھرت۔

چاؤں گئے ہونا۔ تابع ہونا، مطیع ہونا۔

چاؤں رکھنا۔ آغا کرنا، داخل ہونا۔

چٹا کھٹا۔ پتہ چلتا، پیچیدہ کھٹا۔

چتر۔ درخت، سونے چاندی، فیروزہ کی پت۔

چٹا۔ سورت، ہنس۔

چتر کی صورت میں ہونا۔ (اساطیری کہانیوں کی ایک سزا)

کسی نعلی کی بنا پر جسم کا چتر میں ہونا۔

چٹے کھولنا۔ دلی کی ہاست تانا، پیچیدہ کھولنا، منشا کا ہر کرنا۔

چٹ / کھٹ۔ آسمان، آسمان، آسمان۔

چاٹے چھوٹا۔ آتش بازی چھوٹا۔

چٹ۔ ہاتھ۔ حوالے کرنا، شکاری کرنا، چاہ کرنا، پھینک

دینا۔

چٹکا۔ کسا چڑا چٹا۔

چٹیا۔ کٹیا، چٹیا۔

چٹکا۔ اٹھم ہونا، برداشت ہونا، (مراد) رنجیدہ ہونا۔

چٹھی۔ نہایت نازک اندام اور خوبصورت عورت۔

چٹ۔ لیکن، لیکن۔

چٹا دھڑا۔ بڑی عمر کا آدمی، بزرگ۔

چٹ چٹا۔ خشک ہو جانا، بھڑی ہونا۔

چٹ۔ چٹھیں، رائیوں میں سے ایک راگنی کا نام۔

چٹ دام، پر شوہر نام۔ دشمن کا وہ روپ جو اس نے دنیا میں

آنے کے لیے اختیار کیا۔

چٹوٹا / پرٹوٹا۔ ایک قسم کا بیج، لٹوٹو کی قسم کا بیج۔

چٹے۔ دور دورہ، ناقابلِ عمل۔

چٹا کھٹا۔ تعلیم یافتہ، خواہش۔

چٹھت کرنا۔ درد کرنا، جھڑپ کرنا، چلاؤ کا تحریف کرنا۔

چٹا چٹا۔ دب جانا، کھٹ جانا، رگڑ جانا۔

چٹوٹا۔ ترس کھانا، گرم کرنا، نرم کرنا۔

چٹا دینا۔ اطلاع کرنا، چٹا دینا، اطلاع دینا۔

چٹا دینا۔ کھانا چار کرنا، کھانا چٹا۔

چٹا۔ عیار، گھاگ، چٹا، کھٹا، خزانہ۔

چٹوٹا۔ زبردست، ایک قسم کا طوفان، رنگ میں قیمت

بجرا۔

بکھر رہا۔ محرم کا پان، محمود نے ہانسی کا رتی۔
 چھال۔ زہر مٹا۔ پیچھے چڑھانے والا۔

خسیری۔ پانچ سیر کا بات (یہاں خسیر پس یعنی بہت
 لاتعداد، بے شمار)

ہست۔ لڑاکا لڑنے۔

چچی۔ کتاب، ریاض۔

پہاڑا چڑھا چڑھا۔ اٹھنے کی گروہ، دو کانٹوں کے درمیان کا
 حصہ، اٹھنے کا جواز۔

پہاڑی۔ دامن کوہ، پہاڑ کے نیچے کا میدان، ودلی، پہاڑ
 کی تہیں۔

چوہا۔ محبوب، محبوب (یعنی محبوب خدا)

بیٹ میں بات نہ بکھا۔ بات چھوڑ کر، بغیر کبے نہ
 سکا۔

چوہ۔ پیچھے، پشت۔

چھٹا گٹا / چھٹا گٹا۔ سوار ہونا اور پریشان، چوہ پر چڑھنا۔

چھٹا۔ پیچھے چڑھانے والا، ہٹانے والا، پیچھے لگو رہا، تھکا
 رہنے والا۔

چھپے۔ ۱۔ تعاقب میں۔ ۲۔ بعد میں۔ ۳۔ بعد، چھپا،
 چھپے۔ ۴۔ پخت۔

چھپے چڑھا۔ تعاقب کرنا، پیچھا کرنا۔

چھپے لگ جانا۔ ہر وقت ستانا، قدم قدم پر دھکی کرنا۔

چھٹی۔ کسی لڑکھولی، چھوڑ چھوٹی سی کھولی۔

چھوہا۔ (خازا) بڑے لگس۔

چھٹکس چڑھانا۔ چھوٹے میں چھوٹا کرنا، چھوٹے کا لہجہ
 چھوٹ کرنا۔

چھ

چھال۔ زار، عذاب، جنجال، غلغلہ، کھٹکا، تھوڑا۔

چھالیں ہونا۔ تھوڑا، تکلیف دہ ہونا۔

چھل۔ سہاوت، خوش نمائی، مزیدار کھانہ، خواہشوری۔

چھٹ کر۔ اکھٹا، بچکل۔

چھٹے مونڈ (مونڈ)۔ کھڑے لڑکی، بھٹ، بھٹ، بھو۔

چھڑا۔ ڈانٹیں آنا، ٹھون۔

چھڑا چھڑا۔ گھومنا، ادا کرنا، چھڑا۔

چھڑے۔ فرما، جلد، جلدی ہے۔

چھل چھڑی۔ آتش بازی کی گم جیسے چھڑانے سے آگ
 کے پھول چھڑتے ہیں۔

چھلاری۔ گڑاں، جان زار، پھنساؤ۔

چھللی۔ خوشبودار گل۔

چھلکنا، چھلنا، چھلنا، تھوڑا سا چھلنا۔

چھٹک / چھٹک۔ درخت کی چوٹی، درخت کا پانی

ص

صہوٹا۔ جدا ہونا، الگ ہو جانا۔

صہوٹا۔ خاہر کرنا۔

صہوٹوں کی چھڑی۔ شارع کل۔

صہوٹے نہ ہونا۔ نہایت خوش ہونا۔

صہوٹک دیا۔ تیرا نقل کر دیا، چھوڑا، ڈالا۔

صہوٹ۔ فرق۔

صہوٹری۔ ایک سو آٹھ چھل وغیرہ کا بلور خواب صدق

اچارہ۔

پھر سے جاری ہوتا۔ صدقہ ہوتا، حقوق ہوتا۔

کھیلنا۔ ٹھکانہ و شوکت، خواجہ امداد، آرائش، بکھیرا
کام و خدمت کی بہتات۔

پہلا لٹ۔ آرائی، سجاوٹ، آن ہائے رحمت،
انوار۔

— ۱۱۵ —

— 1964 —

تا کی سوتی سوتی رہے۔

تاکیدهای عجیبی که در باره آن مکتوب، بازخورد و کار می‌باشد.

تازہ بخار و گھٹا۔ دھبہ نیکی لہجہ، وچرہ دکھاؤ، وحا کہ
بات نہ دینا۔

حاصلِ اطمینان ہاں دینے کا ایک زخا مشہور پایا جا جس میں
نکڑی کے لیے اور کھوکھلے کوڑے پر گول چھڑا منڈھا
رہتا ہے۔

— ۱۲۸ —

تجربہ گاہ

ترجمہ کیا۔ سہرا، تھیں دروازوں والا، بڑا اچھا لکھ جس میں
سے شاعری چلوں گزرے۔



تو ادا۔ خوش ہشا کی رہ گیلیا میں خود لیلیٰ۔

15- يجوز على الصالح

تکلیف کرتا۔ پر اذکرے، اذکرے، اذکرے، اذکرے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کے لئے ایک نیا راستہ

— 1997 —

لوگوں کو خبردار رکھیں اور اگلے کا ایک روزہ ملے۔

میں نے اسے پکڑ لیا۔

طیبا سے اس طرح، اس کے موافق۔

قیسوں گزری۔ ہر وقت، ہر لمحہ، رات دن، چرخوں
میں۔

کل کل۔ خوشامد

تجربہ کی جڑ کاٹنا۔۔۔ اچھے پر عمل درآمد کی بجائے نہیں ہونا اور اس
 نردھارا۔۔۔

تجربہ کی چیز ہے۔ مانتے پر فتنے ہوتا، آزادی اور فتنے کی علامت کا ظاہر ہوتا۔

۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴

قرقر اہستہ بہت دلیر خرافہ۔

4500

قصداً۔ جی ہوتی چیز ڈالا، کھلی ہوئی ہادی۔

قصہ جوڑا نہ ملتا۔ کنارے پاسرے کا پتہ نہ چلتا، مہراں نہ گتا۔

خطہ یک برقی، خطہ دو

١٢٠٠

قسمت - سنہ ۱۹۸۷ء میں جاری شدہ -

عقلمند ملک کاوش و جہد و اختیار سے بہرہ مند۔

ث

ٹھانڈا دھنچ کرنا۔ دھور کرنا۔

ٹانگنا۔ آدیں اس کرنا، موتی، لہیرہ کو موتی تاکے سے کسی چیز پر لگانا۔

ٹکانا۔ بڑے کا بچا آم جواز خود لپک پڑتا ہے۔

ٹک پڑنا۔ آدھسکنا، آجاء، آہنچنا۔

ٹپکے کا درد ہے۔ آفت اور مصیبت آنے کا خوف ہے۔

ٹٹی۔ شادی بیاہ کے موقع پر حقوں پر جانے ہوئے بھول۔

ٹٹولنا۔ غصہ یہ لینا، بھیج لینا، تلاش کرنا، ڈھونڈنا۔

ٹٹڑی۔ ایک قسم کا پر دار کیرلا۔

ٹک۔ ڈرا۔

ٹوڑی (ٹوڑی)۔ سپردن راگ کی ایک راگنی جسے بھیرو راگ کی زبردہ تحسیم کیا جاتا ہے۔

ٹھوکا (ٹھوکا)۔ دھکا، اشارہ، (مجازاً) ضرب، پاجت، صدمہ۔

ٹھوکا کھانا۔ ٹھلنا، بچ کھانا ہونا۔

ٹھیسو۔ پلاس کا بھول، جس سے زرد رنگ حاصل ہوتا ہے۔

ث

ٹھانڈا (ٹھانڈ)۔ اسباب، دھوم دھڑکا، ہنگامہ، شان و شوکت۔

ٹھانڈا باندھنا۔ جنگ کی تیاری کرنا، صف آرا ہونا، شان و شوکت ظاہر ہونا۔

ٹھانڈ کرنا۔ انتظام کرنا، تیاری کرنا، پیش کرنا۔

ٹھاک۔ دام چندر، دو چٹا، ہنگول، (مجازاً) سردار۔

ٹھان لینا۔ پکا مارا دکر لھنا، ہیبت کر لینا۔

ٹھاننا۔ مارا دکر کرنا۔

ٹھنکونی کرنا۔ مذاق کرنا، چھیڑ کرنا، ہنسی مذاق کرنا۔

ٹھنڈی کھینچنا۔ غصہ بڑھانا، (سرو) کا ترو انداز دکھانا۔

ٹھنس جانا۔ آجاء داخل ہونا۔

ٹھکانا۔ جگہ، مقام، گھر، قیام گاہ۔

ٹھکانا لگ جانا۔ پتہ لگ جانا، پتہ چل جانا، سراغ مل جانا، کھوج لگانا۔

ٹھکانا لگانا۔ پتہ نہ چلنا، سراغ نہ ملنا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی چھانکی۔ خاموشی سے، چپ چاپ، سہ چوں و چرا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی چھانکی چلے جانا۔ دھنچ ہو جانا، خوش خوشی

کال دینا، جان بچا کر دانا ہو جانا۔

ٹھنڈی ٹھنڈی سانس بھرنا۔ آہستہ بھرنا۔

ٹھنڈی سانس۔ آہستہ بھرنا۔

ٹھنڈی سانس بھرنا۔ آہستہ بھرنا، آہستہ کرنا۔

ٹھنڈی سانس بھرنا۔ آہستہ بھرنا، آہستہ کرنا۔

ٹھنڈی سانس بھرنا۔ آہستہ بھرنا، آہستہ کرنا۔

ٹھنڈی سانس بھرنا۔ آہستہ بھرنا، آہستہ کرنا۔

ٹھنڈی سانس بھرنا۔ آہستہ بھرنا، آہستہ کرنا۔

ٹھنڈی سانس بھرنا۔ آہستہ بھرنا، آہستہ کرنا۔

ٹھنڈی سانس بھرنا۔ آہستہ بھرنا، آہستہ کرنا۔

ج

جانت۔ چل، سفر۔

چاہتا ہو جو کہ عوام افسردہ اور بددلت۔

چاہتا لیکن دانت ہو چاہتا، بکھو چاہتا۔

چاہی۔ ایک قسم کی آتش بازی جس کے چھڑانے پر آگ کے پھوٹنے پھوٹنے خوشیا پھول جھڑتے ہیں۔

چہا۔ دو درگاہ نام لینا، یاد کرنا۔

چکنا۔ غلام کرنا، آگاہ کرنا، خبردار کرنا، مستحق کرنا، پتہ لگانا۔

چٹا۔ گندے ہوئے لمبے بال۔

چڑائی / چاڑھائی۔ بے وقتگی، ایک راگنی کا نام۔

چرا۔ جھوٹ۔ جب۔

چراغ۔ صبح، براہ راست اور گھٹنوں سے جڑا ہوا۔

چھوڑ کر کوٹہ (منہ) بچے لگا۔ جس طرف خدا لے جائے گا۔

چھوڑ کر کارغ ہو جانے کا۔

چل جھن کے۔ بچ و تاب کھا کے، غضب ناک ہو کر، رنجیدہ خاطر ہو کر۔

چل ترک۔ ایک قسم کا ساز جس میں پانی بھری پتلیوں کو جب سے بجاتے ہیں۔

چھوٹ۔ چھوٹ، آرائش، آرائش، ظہر اور، پائدار۔

چھاؤ۔ جھوم، اٹھو، مارو، خام، اجڑا، بھڑ۔

چھاہٹا۔ بھائی لینا ہوا۔

چم چاہتا۔ چنے جانا، ذات کر چیتا، اطمینان سے چیتا۔

چھان۔ بھائی لینا۔

چھکھٹ۔ جھوم، اٹھو، بھڑ۔

چھن۔ آوی، چھن، بھڑ۔

چھن (چھن) چھن۔ چھن، چھن، چھن کے پیچھے کے اندر میرے

چاکہ (چھن) کی آغوشیں تاریخ جب شری

کرشن چندر نے آدمی رات کے وقت ختم لیا تھا،

جلوس باسیل۔

چٹا، چٹائی۔ جو چٹا گیا ہو، پھیلا ہوا، (مراوا، مراد، عورت۔

چوہن۔ حسن، چڑھتی چوہن، شباب۔

چوہن۔ چٹک، ایک درخت، روشنی۔

چوہن۔ ایک راگنی کا نام (چاڑا)۔

چوہن۔ مراد۔ نورانی چوہن۔

چوہن۔ پرشاک، لباس۔

چوہن۔ ساتھی، ساتھی، ہر فرد اور بھٹ۔

چوہن۔ ساتھی، ساتھی، ہر فرد اور بھٹ۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

چوہن۔ ترک، متوجہ، برابری، ہم چل۔

(جی) اکٹھا کرتا۔ (دل کو) تسلی دیتا۔

جی دلوں پر، جی بھرتا۔ دل بھرانا، دل پریشان ہونا۔

جی پر آنا۔ دل میں خیال پیدا ہونا، ذہن میں آنا۔

جی ترستا۔ خراشل مند ہونا، خفا ہونا۔

جی ٹھہرتا۔ ٹھہرتا ہونا، ڈھارس ہونا، دل کو سکون ہونا۔

جیتے اور مرتے۔ زندگی میں نیز مرتے کے بعد، ہمیشہ

سدا۔

جیتے جی۔ زندگی میں، زندگی بھر، حیات بھر بھر۔

جی جاتا۔ مر جاتا، جان جاتا۔

جی چاہتا۔ دل چاہتا ہونا، خواہش ہونا۔

جی چلا۔ بہادر، دلیر، بھلا۔

جی دانا دیتا۔ زندگی عطا کرتا، جان ڈالتا۔

جی دہا جاتا۔ دل کو تسلی دیتا، دل خوش ہونا۔

جیسا مندہ کی تھیز اور یا تھیز (تھیزا)۔ جو شخص جس

دکھتی ہوتا ہے اس سے دینے والی سلوک کیا جاتا ہے۔

جی کھاتا۔ خوف، معلوم ہونا، چرے سے خوف یا اندیشے

کے آثار نمایاں ہونا۔

جی کا کاک۔ جان کا دشمن، جانی دشمن، جان کا بھری۔

جی کا کاک ہونا۔ جان کا دشمن ہونا، مخالف ہونا۔

جی کو بھروسے پر مٹا دیا جائے۔ دل تو چاہتا ہے مگر بظاہر

انکار ہے۔

جی کوئی سے ملاپ ہے۔ دل کو دل سے روا ہے۔

جی کو نکھولتا۔ خراشل کا اظہار کرتا، دل کی بات کہتا، بھڑاس

ٹھاننا، بے دھڑک ہونا، بے پاک ہونا۔

جی کو نہ بھاتا۔ اچھا نہ لگتا، پسند نہ آتا۔

جی نکھلتا۔ دل خوش ہونا۔

جی نکھولتا۔ خوش ہونا، بھڑاس نکھلتا۔

جی نکھڑا جاتا۔ لگھڑ ہونا، دل کا پریشان ہونا۔

جی لوٹ پوٹ ہوتا۔ طبیعت کا ناگلی ہونا، فریقہ ہونا،

رہبت ہونا۔

جی میں آنا۔ خیال آنا، خواہش ہونا۔

جی میں کانٹا لگتا۔ دلی تکلیف ہونا۔

جی میں گڑ جاتا۔ دل پر اثر کرتا، دل میں چبھ جاتا۔

جی نہ لگتا۔ کسی کام میں دل نہ لگتا، معلوم ہونا، کچھا چھانا

معلوم ہونا۔

جی تھنوں (تھنوں) میں آنا۔ ناک میں دم آنا، بہت

تھک ہونا۔

جی ہاتھ میں نہ ہونا۔ دل بے قرار ہونا، دل قابو میں نہ

ہونا۔

جی جی جی جی۔ دل ہی دل میں، من ہی من میں۔

جے پال۔ ایک ہندو بھکت کا نام، زمین کا دیوتا، زندگی کا

دیوتا۔

جھ۔ جان بول، من۔

جھ

جھاڑ۔ ٹائوس، روشنی کا آرائشی آلہ۔

جھاڑ بھکاڑ۔ خاد، در درخت اور جھاڑوں، کانٹوں، دار

کھینے درخت۔

جھاڑ کا۔ تھیز، ہنگامہ۔

جھٹ چٹ۔ فوراً، جلدی سے۔

جھٹ سے۔ کیا ایک، ایک دم۔

جھڑکا۔ درجہ، کھڑکی، سیرگاہ، جھڑ۔

جھڑکا جھڑکا گیا۔ الجھن میں پڑنا، پریشانی میں مبتلا ہونا۔

جھم جھمات۔ چمک دک، جھلکا ہٹ، اردشیں۔

جھنجھٹا۔ جھانا، سنسناتا۔

جھکا۔ سوکھا، رشتہ، بے چوں کا بیڑ۔

جھوٹ کی بولچا۔ ایسی بات کہنا جس میں کچھ جھوٹ ہو اور کچھ سچ۔

جھوکا کھانا۔ ڈنگا، ناچی کھکے سے ڈاسا ہٹ جانا۔

جھولنا۔ پریشانی میں جھٹکا رہنا، لنگھنا، لنگھنا۔

جھولی بھر بھر۔ بہت سارا، زیادہ بھریں۔

جھینکا جھینکا۔ اپنی غلطی سے جو مصیبت آئی ہو اس کو بھیرنا۔

جھراشت کرنا یا جان کرنا۔ دھڑکا دھڑکا، اٹھوس کرنا۔

ج

جال و حال۔ طور طریقہ، انداز رفتار، حسن ادا۔

جاگہ۔ رات، صبر۔

جاگہ جی۔ سامان، ملازمت، جاننا، زخرو۔

چپ چاپ۔ غلیظ طور پر، چپکے چپکے، خجما، خاموشی کے ساتھ۔

چپ چپاتے۔ آہستہ سے، خاموشی کے ساتھ۔

چمکانا۔ گنگے منہ، شادی کرنا، حوالے کرنا۔

چپ چاپ۔ دل پسند، من بھادانا۔

چپ چاپی۔ طوائش کے مطابق، من چاہی۔

چپ چاپی آس۔ من چاہی سرا۔

چٹ۔ نشان، اوجھا۔

چٹ لگ جانا۔ بدنام ہو جانا، چٹا لگ جانا، بدنامی ہونا۔

دارغ گنا۔

چٹکی۔ کسی پس ہوئی چیز یا صوف کی مصنوعی مقدار۔

(مراوا) ایسی بات یا حرکت جو کسی کے دل پر اثر کرے۔

چٹکی لینا۔ طعنت مارنا، بھڑکنا، جھجھکی ہوئی بات کہنا۔

چٹا۔ حاکم و مقرر اور کسی ایرانی میں نسبتاً بڑھا ہوا۔

چٹیرا۔ چٹا، چٹا، چٹا کے تعلق سے۔

چٹیرا بھائی۔ چٹا، چٹا، بھائی۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

چٹا چٹا۔ چٹا، چٹا، چٹا۔

کھاتا۔

پٹیلی / چٹیلہ۔ زندہ دل، بے یمن بشر۔

بھل نکلتا۔ جانا، روانہ ہو جانا، آپے سے باہر ہو جانا،

گستاخ ہو جانا۔

جھیلی / جھیل۔ ایک قسم کی آتش بازی جس کو چھڑانے

سے جھیلی کے پھول سے مٹا پتید رنگ کے آگ

کے پھول ٹھرتے ہیں۔

چھند۔ چاند، مہتاب۔

چھند بھون۔ راجاؤں یا امراء کے گھلوں کے اس فرحت

بھل حصہ کا نام جہاں چاند کی روشنی سے پوری طرح

لفٹ اٹھا یا جاسکے۔

چھری۔ مندر۔

چھڑول۔ پاگی، زولی، ایک زمانہ سواری جسے کہاں اٹھاتے

ہیں۔

چھکاڑ چ جانا۔ شہر و خلیج، نا، ہنگامہ برپا ہونا، چیخ و پکار

ہونا۔

چھکاڑ مارنا۔ غرور لگانا، گرج دار آواز لگانا۔

چھکاڑنا۔ زور سے چیخنا یا آواز بلند کرنا۔

چھٹکنا۔ چھٹک۔ چار کانٹوں والا، چوبلا۔

چھٹ۔ جزا، مقابلہ، (مجازاً) ملاپ۔

چھو / چھوٹا / چھوٹا۔ ناز و ملاجیزار۔

چھوٹی رات۔ چاند کی وہ شب جس میں چاند پورا ہوتا

ہے۔

چھوٹی بھول جانا۔ غیری جاتی رہنا، گھبرا جانا، ہوش نہ

رہنا، گھبرا جانا۔

چوگی / چوگی۔ چار پاؤں کا موٹا، بہت زیادہ موٹا۔

چوٹے اور بھاڑ میں جائے۔ آگ لگے، اجڑ جائے، جھ

ہو جانے پر یاد ہو جانے۔

چوٹے میں ڈالنا۔ آگ لگانا، خاک میں ملانا۔

چوڑا۔ عورتوں کے سر کے بال جن کو کچکا کر کے عورتیں

اپنے سر پر باندھ لیتی ہیں۔

چوڑا ملانا۔ پریشان ہونا، بال کھیرنا۔

چھپا / چھپا۔ نہایت خفا اور سرخ۔

چھل۔ فنی، زندہ دلی، خوش مذاقی، مسخرہ پن۔

چھڑ گھاٹ۔ دریا کے جتنا کا وہ گھاٹ جہاں سری کرشن

نے جتنا میں نہائی ہوئی کو بیوں کے کپڑے چپکے

چپکے اٹھائے تھے۔

چھ

چھاتی سے لگانا۔ گیس سے لگانا، دروازہ سادینا۔

چھاتی کے کاڑ کھل جانا۔ سبز چارک ہو جانا، بے تحاش

چیخ چنا، زور کی آواز لگانا۔

چھا جانا۔ کیفیت طاری ہونا، کو غصا، غالب آ جانا۔

چھاڑنا / چھاڑنا۔ چھوڑنا، ترک کر دینا، چھوڑنا۔

چھا۔ پرست، کمال، سہمی کمال۔

چھاٹا / چھاٹا۔ چھاؤں، سہمی، پتو، بھس۔

چھاٹا۔ غلبہ کرنا، گھبراتا لینا، پھیلانا۔

چھاٹا (چھاٹا) / چھاٹا / چھاٹا۔ شل ہونا، مشابہت ہونا،

آئینہ ش ہونا۔

چھاٹا۔ چھیدگی، پردہ، چھاپ۔

مہمپ جانا۔ غروب ہو جانا۔

بچھر کھٹ۔ پردے دار مسوئی، چھت گیری دلا چنگ۔

چھت ہاتھت۔ تھارنگا نصف رست ہوتا، ساناہان داتا۔

چھتا۔ چھتار، چھتار، گھٹاؤ۔

چھتیس راگنیاں۔ ٹن سوتیلی کے مطابق چھ راگوں کی چھ

چھ پانچ ہیں۔ جنھیں راگی کہا جاتا ہے، اس طرح

کل چھتیس راگنیاں ہیں۔

چھٹ۔ علاوہ سوا، بچو، چھوڑ کر۔

چھٹرا۔ بھانا شروع کرنا (ضمن پارک کا)۔

چھینکا۔ وہ پانی جو چلو میں بھر کر کسی کو داریں۔

چھینکاونا۔ چلو میں پانی بھر کر کسی پر مارنا۔

د

داتا۔ خدا، رزاق، آقا، مالک۔

دان دونا۔ عطا کرنا، بخشنا۔

ڈنڈ۔ ٹکڑے، مضموم، سوچ میں جھکا۔

دکھتا / دکھتی۔ تڑپا دینے والا، دکھ دلا دینے والا، تکلیف دہ۔

دکھڑا۔ دینے لگنا، غم۔

دل ہادل۔ ہادلوں کی کھڑت، جھنڈ، گہری گھٹا۔

دل ہادل چھانا۔ ٹھنکھور گھٹنا چھانا۔

دن بھرنا۔ ایسے دن آنا، نصب بھرنا، بھسیا جانا۔

دھڑی۔ دانت، دانت کی تھپیر۔

دھڑانا۔ خوشی منانا، پیش کرنا، دھرے لڑانا۔

دن دانت۔ روز و شب، آغوش پیرا، پیرا، ہر وقت۔

دوار کا۔ گھڑات (بھارت) کا ایک قدیم شہر۔

دوب۔ نرم اور عمدہ گھاس۔

دوڑے گا۔ غورا آئے، بہت جلد آئے۔

دوہا۔ بیت، شعر۔

دوچک۔ ایک راگ کا نام۔

دوچک واس۔ دوچک کا خادم۔

دکھوں / دکھنا۔ ناظرین، ناظر، (مراد) تماشائی۔

دیکھنا ہالنا۔ گہری نظر رکھنا، غور سے دیکھنا، گہرائی کرنا۔

دیکھنا دکھنا۔ دکھانا، سیر کرنا، دکھانا، دیکھنا۔

دھ

دھاری۔ اختیار کرنے والا، کھینچنے والا۔

دھام۔ ۱۔ کمر، مکان، جگہ۔ ۲۔ ایک قسم کا لہا ساپ جو

گائے بھینسوں کو چھت کران کا روکھ لپی جاتا ہے۔

دھرا۔ اختیار کرنا۔

دھڑکا۔ خوف، اور، اندیشہ۔

دھمن۔ اشتیاق، لہجہ۔

دھمن ہارنا۔ کسی بات کے پیچھے چھوٹ جانا۔

دھمن ہارنا۔ خوش نصیبی، خوش وقتی، خوش قسمت۔

دھمن ہارنا۔ بھڑے آفرین، دھمن۔

دھننا دھنا۔ سیدھا، راست، دھاریاں۔

دھنک۔ چٹا کرنا، چٹا نہیں۔

دھنک / دھنکنا۔ منہ اندھیرا، نور کا نرکا، علی الصبح،

جب بکھتا رہی باقی ہو۔

دھکت۔ چاندی، روپا۔

دھوم دھام۔ شان، شوکت، مہماتری۔

وہم وحرک۔ حرک۔ راجحاً ہم، مطرقت۔

وہم میں ہمارے۔ بھیلرنا، ہنسی مذاق کرنا، دل لگی کرنا۔

وہمان چڑھنا۔ توجہ کرنا، غور کرنا، فکر کرنا، نظر آنا، دکھائی پڑنا۔

وہمان کا گھوڑا، تصور، خیال۔

وہمان کرنا۔ خیال کرنا، غور کرنا، سوچنا۔

وہمان گمان۔ بچ جا پانچ، عبادت، بندگی، یاد الہی، مراقبہ۔

وہمان میں رہنا۔ یاد کرنا، نو لگانا۔

وہمان نہ چڑھنا۔ توجہ نہ دینا، خاطر میں نہ لانا، متوجہ نہ ہونا۔

ژ

ژام۔ جانوروں کا جھنڈ، ہرنوں کی قطار، درجہ، قول۔

ژال دکھنا۔ رکھ چھوڑنا، دروک دکھنا، بچا کے دکھنا، محفوظ کر لینا۔

ژانک دینا۔ جزا دینے کے قصوے میں ڈانک کا گھینے کے بچے دکھنا۔

ژانگ۔ پہاڑی اونچی چوٹی، سب سے اونچی پہاڑی، (کشتیاں) بہت بڑا جہاز، دو رنگیلا پتہ جو چمک کے لیے استعمال کیا جائے۔ ۳۔ پہاڑ۔

ژانڈا۔ آسو بھر جانا۔

ژہرا۔ پانی صاف ہونے کی جگہ، (مراد) بھیل، جو بڑا پانی کا گڑھا۔

ژو۔ آواز، گھنٹی سے شان تک کا صہ۔

ژو دت۔ آداب، تسلیم، بندگی۔

ژو دت کرنا۔ آداب، بھلائی، ماتحتی کرنا۔

ژوہار دینا۔ عالم نحویت میں رہنا۔

ژوہار دینا۔ بگڑی ہوئی حالت کا سمجھنا۔

ژول۔ ۱۔ طور، طریقہ، ڈھنگ۔ ۲۔ وضع، کیفیت،

ساخت۔ ۳۔ ریت، رسم، رواج، دستور۔ ۴۔

طرح، طریقہ، تدبیر۔ ۵۔ بنیاد، جز، حسب، طبع۔

ژول ژول۔ جز، بنیاد، خاک، جب طور طریقہ۔

ژول رہنا۔ اعجاز ہونا، نقل ہونا، صورت ہونا۔

ژولی کرنا۔ جرات کرنا، ہمت کرنا، اہتمام کرنا، طریقہ اختیار کرنا۔

ژوخی۔ مصلحہ، گمانے، بھانے والی۔

ژوای / ژو حالی۔ چھینے والا، درجن گانے والا۔

ژوڈہ تر دانا، دہا بے سرخ، طوطی رنگ۔

ژوہرا۔ عارضی قیام گاہ۔

ژھ

ژھال کھول۔ جھیلار، اصل سامان، جنگ۔

ژھب۔ طریقہ طرح، تدبیر، ترکیب، ڈھنگ، ذریعہ۔

ژھب سے۔ کسی طور، ڈھنگ کے ساتھ۔

ژھبہ ڈھکنا۔

ژھل اصل پڑنا۔ چکر کا ٹٹاڑا دکھنا، بھین بین کر کرنا۔

ژھلنا۔ تلاش کرنا، پتہ لگانا، سائل ہونا، متوجہ ہونا۔

دھند۔ قدیم زمانہ کی ایک قسم کی نرخی دار چار دیواریوں کی عمدہ سواری جسے تل یا گھوڑے سمجھتے تھے۔

نرخی۔ بھوک، خواہش، چاہ، مانگنا، طلب۔

نرچاوت۔ رنگت کی خوشی، مہندی سے رنگین ہونے کی عمدہ کیفیت، طعراق، تزک، احتشام۔

نرچہ۔ پندرہ، بھانا، اچھا لگنا، بھلا لگنا۔

نرس۔ عشق، محبت، پریت، پیار، جزو، لطف، کیف، ہستی۔

نرس (نارس) بھاری۔ ساگی، کھیل، تماش کرنے والا۔

نرسن اور گویوں کا سانگہ ہونے والا۔

نرس، حمام۔ عشرت گاہ، پیش کش، عشرت گاہ۔

نرس کا چھتا۔ جوش، جوانی کا ظاہر ہونا، خوبصورتی کا اثر

اٹھانے ہونا۔

نرس کر لینا۔ سوانگ بھرنا، (مرد) بازو اٹھانے لگانا۔

نرکالی۔ بے توجہی، بے دلی، بے اعتنائی، بے مروتی،

بد اخلاقی، مرد کو کہیں۔

نرکالی (نرکھائیں) کوٹنا۔ بے مروتی کرنا، بے دلی سے

چٹن آنا، کچ اڑانیاں کرنا، کٹارہ کش ہونا، بے

اخلاقی کرنا۔

نرکھ لینا۔ چارو یا بھاکھت کرنا۔

نرکھ پھٹ۔ گستاخانہ، گستاخیت۔

نرکھ پھٹا ہوا۔ تمیز، درخیز، دلوراس، شگفتہ۔

نرکھ۔ عورت، استری۔

نرکھ۔ ۱۔ بجیس، شکل، صورت۔ ۲۔ وضع، طرح۔ ۳۔

شخص، مانند۔ ۴۔ عالم، حالت، حال، کیفیت۔ ۵۔

اصلی حالت۔ ۶۔ لامالی پن۔ ۷۔ دھنگ،

دانا اور۔ ایک قسم کا سرخ یا قرمز رنگ کا عمدہ کپڑا۔

نرلج۔ حکومت، سلطنت۔

نرلج پٹ۔ بادشاہت، حکومت، سلطنت۔

نرلج پر چھٹا۔ تختہ نشین ہونا، حکومت سنبھالنا۔

نرلج کرنا۔ پیش کرنا، بادشاہی کرنا، حکومت سنبھالنا۔

نرلج گھڑی پر چھٹا۔ تختہ نشین ہونا، شاہی تخت پر جلوہ

افروز ہونا۔

نرلج۔ سری کرشن چندر دی کی ایک بہت ہی بھاری گولی

کا نام تھا۔

نرلج۔ گیت، نغمہ، آواز، چرخی خرواں سے مرکب ہو کر

لکھنے اور خاص نفسی پیدا کرے۔

نرلجی۔ نرلج کے ہر ایک شعبہ کا نام موسیقی کی اصطلاح

میں کسی نرلج کی پوری۔

نرلج۔ اجڑا حیا کے دلچسپ ڈھنگ کے بڑے بچے اور دشمن

بھگوان کے دوسرے اہم مظہر کا نام۔

نرلج۔ جی، کسی، طوائف، رظی، لاوارث عورت جو

طوائف کا پیشا اختیار کر لے، ہندو پیشہ، کسی۔

نرلج۔ ایک قسم کی خوبصورت اور عمدہ ڈانیا کشتی۔

نرلج۔ خوشی، دل لگی، خوش دلی، بازغزوہ۔

نرلج۔ نکاح کے مشہور راجا اور راجکسوں یعنی شیاہین

کے سردار کا نام۔

نرلجی کھربت کرنا۔ معمولی بات کو اہمیت دینا، مبالغہ سے

کام لینا، ذرا سی بات کا بھڑکانا۔

نرلجی۔ شاکا آٹھواں حصہ۔

طریقہ ترکیب، تدبیر یا انداز طرز۔

دوہا۔ چاندنی، نیم نقرہ۔

دوہ چکڑا۔ شکل اختیار کرنا، صورت بدلنا، بیکس بنانا،

اصلی حالت پر آنا، انداز اختیار کرنا، طرز اپنانا۔

دوہ دکھانا۔ کرپ دکھانا، کرش دکھانا۔

دوہ دھرا۔ وضع اختیار کرنا، صورت بنانا، رچ دھج دھج،

بیکس بھرنا۔

دوہ پھرا۔ لڑائی، چاندنی کا بھانا ہوا۔

دوہ پھلا خورا۔ سرخ، سفید، رنگا، جمنی۔

دوہ لکھا۔ خفا ہونا، ناراض ہونا۔

دوہ لک۔ پچھو، جگہ، ممانعت، بندش، مٹنا ہی۔

دوہ لکوت، لکوت۔ پتھر، دوہ لک، کشیدگی، بندش، دیر۔

دوہ لکھت، لکھت، چاہت۔ دوہ لکنا، پتھر، کشیدگی، چھیدگی۔

دوہ لکھنا۔ درخندہ، دوہ لکنا، چھیدگی۔

دوہ لکھا۔ رواں، وہ ہار یک، ہال جو مسافات میں ہوتے

ہیں۔

رہا۔ ہائی چھا۔

رہا چھا۔ باقی رہنا، بچا رہنا۔

رہا۔ کرش لیا، ایک قسم کا قرض جسے کو پیاس کرشن ہی

کے گرد و حلقہ نامہ کر کرتی تھیں۔

رہا سہا۔ گزرا، گزرا کرنا، گزرا کرنا۔

رہا۔ دم، درواج، دستور، طور طریقہ۔

رہت بھات۔ شادی بیاہ کی ایک دم جس میں دلہن کے

ہانگے سے سوگ، چادر، گز، پچھا، دھیرہ، دولہا

کے گھر بھیجے جاتے ہیں۔

رہل، کلی کرنا۔ دکھانا، دکھانا، دکھانا۔

رہ چھٹا۔ کھانا، چکر کرنا، پکانا، مامولانا۔

س

ساجھ دھج۔ ادا کرنا، رفاقت کرنا، رنج و غم میں شریک

ہونا۔

سادھو جاس۔ سادھوؤں کے آرام کرنے کی جگہ، مہمان

خانہ، مٹا کھا۔

سادگ۔ دیک، داگ کی ایک داگی کا نام۔

سادگی۔ ایک قسم کا گھڑی کا بنا ہوا مشہور ہا جا۔

سارے کا سارا۔ تمام، سب کچھ۔

ساتھ ساتھ۔ آنا، پیش آنا، بدلنا، راجع ہونا، بدلہ

اگر دہونا، دوہ لکنا، چھیدنا، پھر آنا۔

ساگ۔ سواگ۔ دوہ لکنا، بیکس، بیکس۔

ساگ آنا۔ قضا، شادی، دوہ لکنا، دھرا چھا۔

ساگ ہانا۔ دوہ لکنا، بیکس، بدل کر کوئی قضا

کرنا۔

ساوان گانا۔ بھڑکنا، سوانی گانا۔

ساکھیں ساکھیں۔ بھڑکنا، دھڑکنا، دھڑکنا، بھڑکنا۔

سب کے سب۔ ہر ایک، سبھی، سب ہی۔

سہا (طرح)۔ مہار، گھڑی، انجلی گھڑی، نیک

سامت۔

شہادہ۔ سپاری یا چھالہ سے مٹا، ایک قسم کی آتش

بازی۔

مٹا۔ چھٹا کرنا، تکلیف دینا، دکھانا، دکھانا۔

بھل۔ ایک شگون، انجی قال، ایک انہام، اچھا
معاوضہ۔

نچ۔ اصلی، خاص، دھڑا، بے نکوٹ۔

کھانا۔ کھانا، کھانا۔

کچ۔ بے شک، واقعی، فی الحقیقت۔

بھولی۔ بھائی، صداقت۔

سدا سہاگن۔ وہ عورت جس کا خاوند بیٹھ اس کے ساتھ
رہے ہے۔

سدا سہاگن بنا رہتا۔ بیٹھ رہی کی سی جگہ دیکھ بنائے
رکھتا۔

شد۔ یاد خیر، آگاہی، علم۔

شد۔ ہوش۔

سدا سہاگن۔ وہ عورت جو، جانا، درگشت ہو۔

شد حد رکھتا۔ یاد رکھنا، دھیان رکھنا، بھول نہ جانا۔

شد حد (شدھ)۔ کلیان، کلیان ایک راک کا نام ہے جسے
سری راک کا ساتھی بنا لانا جاتا ہے۔

شد حد شدہ۔ ہوش شدہ، خبر شدہ ہوا۔

سراٹھائے (اٹھائے)۔ بے طرف، وسط، بے دھڑک،
سیدھے، بے اندیش، بلا جھجک۔

سراٹھا۔ تعریف کرنا، گمن گانا۔

شہزے۔ دھیان، خیال، یاد، سوچ۔

سرت گاتا۔ یاد دہانا، دھیان دہانا۔

سر جھکانا۔ سجدہ کرنا، عاجزی اور انکساری کے ساتھ سر
کرتا۔

سر چمک دینا۔ زندگی کسی کے ذمے لانا۔

سر جھٹ۔ نہایت بار بار خطر، صوبہ، غصب، غصب۔

سر دھرا (سر دھری)۔ سر تاج، سردار، بلند رتبہ۔

سر دھنا۔ غصہ کرنا، بچکانا، حال بے حال ہونا۔

سر دھتا رہے جاتا جائے۔ جان بچا جائے، سر قلم ہو یا
سلامت رہے۔

سرسن (سرسوئی)۔ ہندوؤں کی ایک دیوی کا نام ہے جو
جملہ ظلم و فتن کی موجد خیال کی جاتی ہے۔

سر سے پاؤں تلک۔ بڑی سے چوٹی تک۔

سر سے چمک دینا۔ حوالے کرنا، مشادی کرنا، بیاہ کرنا۔

سر منڈائے ہی اگلے چڑے۔ اول ہی کام بگڑا، کام کے
شرور کرتے ہی نقصان یا خرابی واقع ہوئی۔

سر مہوڑا۔ شرم کرنا، اشرنا۔

سر ملا۔ سر کو حرکت دینا، (مراوا) پاس اور پیچیں کر کے
بجالاتے ہو۔

سر ہونا۔ ڈرے ہونا۔

سکی۔ سکاری، سی کی آواز۔

سکی لہنا۔ آہ سرد دہرنا۔

سکت۔ قوت، طاقت، جرأت، آگہی، استعداد۔

سکت کر۔ تلقین دینا۔

سکھال۔ آرام پاگئی، امیر غورقوں کی سواری۔

شکوہ چکن کا گھر۔ گل، دھیمان، آراہم گاؤ۔

شکوہ۔ خوش، شیف، عالی طبع، ذی شعور۔

سلیماں۔ حل کرنا، اختراع کرنا۔

ٹاٹا۔ ٹیک آنا، ہر چتا رہنا۔

ٹاٹ۔ کھیت، مہارت، جادویت، مہر، رہنا۔

سولہ سنگھار (سنگار)۔ زیب و زینت، محروں کا ڈاؤ سنگار۔

سولن کھینچنا۔ سانس روکنا، چپ سا دھنا، خاموشی اختیار کرنا۔

نونا کھی۔ ایک قسم کی خواہصورت کششی پانچواں جس کا انگلا حصہ ملائی ہوتا ہے۔

سوچنا۔ سپرد کرنا دینا، عطا کرنا، حوالے کرنا۔

سوئے نوچے کا پتہ برساتا۔ دولت لانا، خوب خرچ کرنا۔
سوئے کا پانی۔ وہ پانی جس میں سونا گھایا گیا ہو۔

سوئے کے پانی سے گھستا۔ (کتابی) اہم قرار دینا، نمایاں کرنا۔

سولہ سرخ۔

نوبرتہ اسودھ۔ ایک رنگ کا نام ہے، بڑول رنگ کا چٹا تسلیم کیا گیا ہے۔

سولہ (سولہ)۔ اناج و جی کے تحریف کے گیت، خوشی یا شادی کا گانا۔

سولہ (سولہ)۔ زالی اور دلچسپ خیریات۔

سولن۔ ایک رنگی کا نام، خواہصورت۔

نوفی (سوسے)۔ سرخ دال۔

سہاگ۔ لافیاں، ٹوٹن، ٹھیکری۔

سہاگن۔ خاوند دانی، شوہر دار (کتابی) دکنی، بلی سنوری۔

سہاگین۔ خواہصورتی، حسن و سند رکھنا۔

سہائی سہانا۔ عمدہ، خواہصورت۔

سولہ۔ خطرناک، عالم، اعمال، حال۔

سہل آنا۔ فتح ہو جانا، قریب قریب آ جانا۔

سورمن۔ دولہا اور دہن کی مائیں، چٹا یا چٹکی کی ساس۔

سکھال۔ روک تھام، پہچان۔

سمیت۔ ساتھ، بہ شمول۔

سلیلا۔ سنبال، لنگر کرنا، انعام کو پہنچانا۔

سکھ (سے) اساتذہ وقت، لذت و فصل، دور۔

سٹا۔ زوردار آواز، ٹوٹنا، ک آواز۔

سٹاسن سنگھاسن۔ تخت شاہی، راج گوی، شادی کی چکی۔

سٹاس پر ٹھانا۔ تخت نشین کرنا، راجا بنانا، بادشاہت سپرد کرنا۔

سٹاسن پر ٹھنا۔ تخت نشین ہونا، راج گوی پر ٹھنا۔

سنگھار (سنگار)۔ ڈاؤ سہارا، راضی۔

سنگری۔ وہ ملائی، انگری یا چٹن کا خول جو خواہصورتی کے لیے جانوروں کے سینوں پر چڑھایا جاتا ہے۔

سنگھ (سنگھ)۔ دروید آسنے سانسے، مقابل۔

سنگھ ہونا۔ متوجہ ہونا، سامنے آنا۔

سوا جی کہنا۔ گری کوئی سنانا، لگی پٹی نہ کہنا۔

سوت۔ (پانی یا روشنی) پھرنے کی جگہ، (کتابی) چتر۔

سوتھنا۔ ذہن میں آنا، سمجھ میں آنا۔

سوچنا۔ سوچ بچار کرنا، سمجھنا، سمجھنا۔

سوچنا، سمجھنا۔ سنانا، بچار کرنا۔

سوچ میں ڈوبنا۔ فکر کرنا، غور کرنا، سوچنا۔

سوچ سوچ ہے۔ ہر طرح سے اتمام کو کوشش ہے۔

سے۔ ۲۔

ی۔ جیسی، مانند۔

سپام صندوق۔ ایک قسم کی صندوق یا کشتی جو سپام صندوق کی
دوریت کی لکڑی سے تیار کی جاتی ہے۔

پیچہ۔ صندوق کے ساتھ مروجہ چیک کی دفتر کا نام جو سری رام
چندر کی زوجہ تھی۔

کٹا ہوا تلی۔ سلائی کڑھائی میں باہر بیٹے پر دئے والی۔
کٹلی۔ ریشم کے دھاگوں کی لڑی، جو جوگی اپنے گلے میں
ڈالتے ہیں۔

کٹلی تانگی۔ سوت کی سیاہ ڈوری، جو جوگی گلے میں ڈالتے
ہیں۔

سنگار خدمت۔

سنگار کچھ۔ کرشن جی کی محبوبہ رادھا کے گھر کا نام جو برسا نا
میں واقع تھا۔

ک

کاٹھن (کاٹھن)۔ ایک راگنی کا نام جو رات کے تیسرے
بہر میں گائی جاتی ہے۔

کالی آٹھی۔ وہ طوطا یا باد جس کی گرد کے سبب اندھیرا
پھا جائے۔

کام۔ غراہیل مرضی۔

کام دھین کاٹے۔ دان یا خیرات کے لیے نکالی ہوئی
تھنی کاٹے۔

کاسر۔ کٹلی، بھرہ کٹلی۔

کان بکڑا۔ استاد تسلیم کرنا، عاجزی ظاہر کرنا، قائل ہونا،

توہ کرنا۔

کانا گنگا۔ صندوق یا کشتی، درج ہونا۔

کان رکھنا۔ دھیان دینا، غور کرنا، متوجہ ہونا، دل لگا کر
سننا۔

کان مروڑنا۔ چاہت کرنا، تاکید کرنا، جھپٹ کرنا۔

کانہڑ۔ ایک راگ کا نام جو سنگھ راگ کا پسر تسلیم کیا
جاتا ہے۔

کٹھا۔ سری کرشن کے ماما اور ہانی دشمن کنس کی ملازمت۔

کپڑا۔ کپڑا، پارچہ۔

کٹ تال۔ ایک ساز جو چھوٹی پھلیوں کے مانند نکلی یا
چتر کے چار ٹکڑوں سے بنایا جاتا ہے۔

کٹ کرنا۔ چھوڑنا، ترک کرنا، دوستی ختم کرنا۔

کٹکی چاٹھی۔ کھری چاٹھی، اصل چاٹھی۔

کچھ۔ کچھ، دشمن، بھگوان کے چوتھیں مظاہر میں سے
ایک مظہر ہے۔

کچھ بڑی بات چھ۔ بہت آسان کام، سہل کام، کوئی
مشکل کام نہیں۔

کچھار۔ دریا کا کنارہ، کھوکھلا دریا، ترالی جہاں شیر رہتا ہے۔
کچھ چٹا۔ بات، باتی چٹا، دزور ہونا۔

کچھ دال میں کالا ہے۔ کوئی سبب ضرور ہے، کوئی دال
ہے، کچھ نہ کچھ سبب ضرور ہے، کوئی معاملہ ہے، کوئی

شیدائی بات ہے۔

کچھ دیکھا نہیں۔ تجربہ نہیں، نا تجربہ کار، بھٹے برے کی تجربہ
نہیں۔

کچھ کچھ۔ کسی قدر تھوڑا سا۔ کوئی نہ کچھ کوئی دھما۔

احساس سے کان کھڑے ہوں۔

کھنڈ۔ شہزادہ، ملک زادہ، راجا کا بیٹا۔

کھول۔ کھلی نلوفر۔

کھنڈا۔ سری کرشن چندر کا ایک لقب، (کھنڈا)

معشوق، محبوب۔

کھنڈا۔ آراستہ و زیبائستہ ہونا، سج و سج ہونا۔

کود چھاندا۔ بچل کود، بھلاک، چھلاک۔

کوس۔ داستان کی ایک حد ممکن کا نام جس کی مقدار بعض

کے نزدیک چار ہزار گز اور بعض کے نزدیک تین

ہزار گز ہے۔

کوک۔ چٹا۔ آواز گونجنا، شور ہونا، جھج پکار ہونا، چلا ہٹ

ہونا۔

کون۔ ہونہواری مشیت کیا ہے، ہم میں کیا خوبی اور ہنر

اورا چھائی ہے۔

کوئی۔ کسی نہیں، ہرگز نہیں۔

کہاں تک۔ کب تک، تاہے، کسی قدر نہ کتنا، کس عرصہ

تک۔

کہانی۔ قصہ، داستان، کھنڈا، سرگزشت، حال احوال،

ہاجرا۔

کہہ مشنہ۔ گفت و شنید، ذکر و کار۔

کہنا مشنہ۔ ا۔ اعتبار کرنا، دل کی بات بتانا، ا۔ اعتبار مشق

کرنا۔ ۲۔ براسوگ، دھم۔ ۳۔ بات چیت کرنا۔

کینے اور کرنے سے بڑا کھیر ہے۔ زبان کی فصیح اور صلی

ہا۔ پہنانے میں بہت فرق ہے، گفتار و کردار کا

یکساں نہ ہونا۔

کینے شے چننا ہونا۔ کسی بات کا خیال نہ کرنا، غور نہ کرنا۔

کینے شے سے باہر۔ ۲۔ قابل بیان، بیان سے باہر۔

کینے میں جس آواز کو ذکر نہ کر سکتا، ۲۔ قابل بیان ہونا۔

کیا چڑی۔ کیا واسطہ، کیا تعلق، کیا نسبت، کیا رشتہ، کیا

نکر۔

کھمر۔ زعفران۔

کیڑا۔ سفید کھنکھل کا پتہ اور کھنکھل سے کھنڈا ہوتا ہے۔

کھ

کھانا پینا۔ خورد و نوش کھانا کھانا، تناول کرنا۔

کھلائی میں پڑنا۔ بھیلے میں پڑنا، کھیلے میں پھنسا۔

کھٹ تال۔ تھل، کانسی یا لکڑی کا بنا ہوا ایک قسم کا باجا

جس کا ایک ایک جڑا دونوں ہاتھوں میں لے کر

بجاتے ہیں۔

کھٹ داگ۔ کھیزا، جنجال، جھگڑا، تھپی۔

کھٹ داگ لانا۔ جھگڑا پیدا کرنا، بھنبھٹ لگانا۔

کھٹ لٹ۔ ایک داگی کا نام۔

کھیا کچ۔ خوب، کثرت سے، بہت زیادہ، لہاب،

ظہوس ظہوس کر۔

کھلاڑی۔ باہر فن، کرتبی، کرب باز، (مراد) خالق،

خدا۔

کھراج اکھراج۔ بھگوس داگ کی دوسری داگی کا نام۔

کھڑا ہونا/کھڑا۔ بھر جانا، بھیل جانا، بچہ جانا۔

کھڑا سال۔ شکر کا ذخیرہ، کھڑا شکر کا کارخانہ۔

کھوی کھنڈا۔ ستیا ناس کرنا، چلاو برہادر کرنا، جس جس

کرنا۔

کھوج لگانا۔ تلاش کرنا، پتہ نشان معلوم کرنا۔

کھولنا۔ راز کھولنا، پیچیدہ معلوم کرنا، عند یہ لپٹا، جان کرنا،

نکاح کرنا۔

کھیل۔ ۱۔ معمولی کام، آسان کام۔ ۲۔ بازی مری،

لڑائی، کرب، کرب۔

کھیل لگانا۔ کام میں دھند پڑنا، بے ہوشے کام کا بھگ

جانا، لڑائی ختم ہونا۔

کھیل ہونا۔ معمولی بات ہونا، کچھ مشکل کام نہ ہونا۔

ک

کاٹ۔ ۱۔ برکت کی چھاتیوں کا اہار۔

کاتی یا کھٹنا۔ چار یا دو پتے کو دو نو کاٹھوں پر ڈال کر

سید یا چھاتی پر کاٹنا۔

کاتی بھاتی۔ گانے بھانے والی درجہ، مغنیہ بڑگی۔

کاڑھ۔ مصیبت، مشکل، پریشانی، آفت۔

کاڑھ پڑنا۔ مصیبت آنا، برا وقت آنا، بھگڑا لگنا۔

گانا بھانا۔ راگ رنگ، نغمہ سرائی۔

کاٹھ میں سیٹھا۔ چھتے میں لیٹا، اکٹھا کرنا، جمع کرنا، قابو

میں کرنا۔

کا کپ۔ طلب کار، مانگنے والا، (بھارت) محبوب، بیوا دار۔

کاٹن۔ گانے والی، مغنیہ، دودھی۔

کھٹ۔ ۱۔ حالت، شرابی۔ ۲۔ تال، ضرب کا سہاؤ۔

کھجڑا۔ سبک خطاب، گرو بندھن، شادی۔

کھلا۔ ایک قسم کی طلسمی کوئی شے منہ میں دبا لینے والے

فصل میں حیرت انگیز قوت پر دانا آ جاتی ہے۔

کھلا۔ پتھر، گھر۔

کھجڑا۔ اسل مسلط، اتحاد، اور جاپ۔ ۲۔ گرو بندھن،

شادی، بیاہ۔

کھجڑا ہونا۔ شادی کے بندھن میں بندھنا۔

کج موتی۔ اچھی کی چھاتی سے نکلنے والا موتی، بڑا

موتی۔

کھکھکنا۔ کسانا، آواز کرنا، پھیلنا۔

کھکھکنا۔ ٹھٹھٹھ، جوبن سے بھر پور بندھن۔

کھکھک۔ شوق، ہنس، جوش۔

کھکھکنا۔ ٹھٹھٹھ، ٹھٹھٹھ کرنا۔

کھکھکنا۔ کھکھکنا۔ کھکھکنا، کھکھکنا، جوبن، شوق، ہنس۔

کھکھکنا۔

کھکھکنا۔ گرو، گرو، جوبن، جوبن۔

کھکھکنا۔ کھکھکنا، گرو، کھکھکنا، جوبن، جوبن، جوبن۔

کھکھکنا۔ جوبن، جوبن، جوبن، جوبن، جوبن۔

کھکھکنا۔ جوبن، جوبن، جوبن، جوبن، جوبن۔

کھکھکنا۔ جوبن، جوبن، جوبن، جوبن، جوبن۔

کھکھکنا۔ جوبن، جوبن، جوبن، جوبن، جوبن۔

کھکھکنا۔ جوبن، جوبن، جوبن، جوبن، جوبن۔

کھکھکنا۔ جوبن، جوبن، جوبن، جوبن، جوبن۔

کھکھکنا۔ جوبن، جوبن، جوبن، جوبن، جوبن۔

کھکھکنا۔ جوبن، جوبن، جوبن، جوبن، جوبن۔

کھکھکنا۔ جوبن، جوبن، جوبن، جوبن، جوبن۔

کھکھکنا۔ جوبن، جوبن، جوبن، جوبن، جوبن۔

گھٹا۔ سونے چاندی کے تاروں کا کم عرض کا ہفتہ جو ریشم کے بانے سے بنا جاتا ہے، چمکا، کناری، تاگ، توڑ۔

گھڑی (گھری)۔ چمک، راک کی ایک راکلی کا نام۔
گھڑ دامن، دامن۔

گھڑ آٹا۔ چھا جانا، امانڈا، دھوا، ایلانا۔

گھڑ گھریٹا۔ دامن میں لینا، بھرتی میں بھر لینا۔

گھڑا جانا۔ گھر چاہ کرنا۔

گھڑکھ۔ محاذ آستان، زمین کا دوجا، پہاڑی دوجا، نگائے کا محاذ، پہاڑ کا رہنے والا۔

گھڑاٹا۔ خاندان، گھر، قبیلہ، کنب، خاندان۔

گھڑکھ چاگ۔ گھڑکھنا جو کہ نام کی منادی۔

گھڑیستا۔ گھڑا آدھرا، بشاری، ہونا، دیا ہونا۔

گھڑکھ چاگے۔ گھڑکھ جتنی چوکی آئے، (کنڈیچہ) ریشم نازل ہوئیں۔

گھڑ سے باہر پاؤں نہ دھرنا۔ ایک جگہ بیٹھا رہنا، تارک دینا ہونا۔

گھڑی۔ مالکس راک کی دوسری راکلی کا نام جس کو آخری دن گایا جاتا ہے۔

گھڑ کا گھٹا۔ نور پشیم، ہر رات خانہ۔

گھڑکل۔ اس مشہور اور مقدس گاؤں کا نام جو محمدا کے قریب دریائے جمن کے متصل واقع ہے۔

گھڑ کرنا۔ جگہ بنانا، درستی حاصل کرنا، سما جانا، کھلنا۔

گھڑکھ و۔ گھڑی لانا، اسی کوٹا۔

گھڑ گھٹا نہ پانا۔ داغ گھٹا سے واقف نہ ہونا، رنگ ڈھنگ، بطور طریق معلوم نہ ہونا۔

گھڑی۔ گھڑی، گھڑی، گھڑی۔

گھڑ والی۔ بڑی مذہب، اہل بیتیم، خاندان خانہ۔

گھڑا۔ متقی، کا ایک، موسیقار، گانے والا۔

گھڑی۔ دقت کی ایک پیدائش، چہ نہیں منہ کا دقت، راحت، امن، دقت۔

گھڑا۔ زبور۔

گھڑی گھڑی۔ بار بار، ہر دقت، دگاتا، پے پے۔

گھڑا۔ گانے کی جمع۔

گھڑکھانا (گھڑکھانا)۔ گھڑکھانا، منت، ساجت کرنا، عاجزی کرنا۔

گھڑا۔ گھڑا، گھڑا، گھڑا، گھڑا۔

گھڑا گھڑا۔ گھڑا گھڑا، گھڑا گھڑا۔

گھڑا۔ ایک قسم کی آتش بازی جس کو پھلانے سے زور رنگ کے آگ کے خوشنما پھول پھٹتے ہیں۔

گھڑا۔ گھڑا، گھڑا، گھڑا، گھڑا۔

گھڑا۔ گھڑا، گھڑا، گھڑا، گھڑا۔

گھڑا۔ گھڑا، گھڑا، گھڑا، گھڑا۔

گھ

گھٹا۔ دریا کا کنارہ، گھڑا، گھڑا، گھڑا۔

ل

لااج۔ شرم، حیا، لطافت، غیرت۔

لااج آئے۔ شرم آئے، غیرت آئے، شرمندہ ہونا، ملنا طر کرنا۔

لااج چھوڑا۔ بے حیا بنی جاتا، بے شرم ہوتا۔

لاٹھیں۔ شیشے کی تختہ میل، دو فافوس، دو فافوس جس میں شیشے لگے ہوں۔

لاٹری۔ یا قوت۔ چھوڑنا۔

لچا کرنا، لچکا کرنا، کوئی ایک قسم۔

لپٹ، بھٹ۔ دھینکا، شش، ہاتھ پائی، جھیل چھان، دھاؤ چھ، طراری۔

لپٹ، سوٹ کے۔ پھا کر، پچا کر۔

لکھ۔ پرانے کپڑے کا ٹکڑا، دنگی۔

لکنا۔ بھاد کرنا۔

لکنا۔ لکنا، چادر، انگوٹوں، نوک، شمشیر۔

لچکا / لکنا۔ شرمندہ ہونا، دھم ہونا۔

لچکا۔ نواز، ایک قسم کی شش، پانچ۔

لچکا۔ ۱۔ لڑش، کچکپاٹ۔ ۲۔ نزاکت کی حرکت۔

۳۔ چھکا، ذری، جھکا۔

لچکنا۔ مل کھانا، لچکے لے لینا، لکنا۔

لچکن۔ راجا، شرتھ کے چادر، زندگی میں سے دوسرے فرزند۔

لچا پھٹا۔ لکنا، ہوا، سہا ہوا، بھرا ہوا۔

لڑائی ہونا۔ جنگ ہونا۔

لڑکے ہالے۔ سال، دیوال، چھٹی بچے۔

لڑنا۔ جھگڑنا، بھڑکانا، جنگ کرنا۔

لڑی گوشت، دھاکے میں سوئی پر کر پار یا لالہ لانا۔

لکھوٹ۔ قریب، اقربانہ، مہند، تاب، دستاویج، لکھا چھٹی۔

لگا۔ لے کر شروع ہو کر۔

لگاوت۔ لگاؤ، تعلق، واقعات، خوش، غلامی۔

لگ چلنا۔ رہا کرکنا، ملنا، جلنا، لگاؤ کرکنا، میل ملنا، رہ کرکنا۔

لگا۔ ہمارے کے شال جانب ایک بڑے اور مشہور جزیرہ کا نام۔

لوٹ لپٹ ہونا۔ فریاد ہونا، پسند آنا، توجہ، بے قرار ہونا۔

لوچ۔ نزاکت۔

لوک۔ دنیا، ملک، جہان۔

لوہو، لو، ملون۔

لوہو ہوتا۔ خون ٹراپ ہونا، جنگ، جدال ہونا، طوڑ پڑی ہونا۔

لوہو چلنا۔ لڑنا، چلنا، پھیلنا، چلنا۔

لہلہ۔ سر سبز، تر، تازہ، ہرا، بھرا۔

لے بھاگ۔ لٹائی، گیر، ڈاکو۔

لے بھاگ۔ لٹائی، گیر، ڈاکو، مال، دھابہ، کو چوری کر کے بھاگ جانے والا۔

لہنا۔ بکڑنا، تھنہ، تھنا۔

لہنا۔ غرض، مطلب، واسطہ، تعلق۔

م

ماہا۔ دہری، حصہ، پوشانی۔

ماہا لکھنا۔ لکھ جانا، خیال بد گزرتا، خطرے سے آگاہ

مہاراج۔ ہندوؤں کے ایک مشہور درجہ کا جو دیوتا کو تہلوں پر پاؤں کرنے والے مانے جاتے ہیں۔

مہاراجہ۔ راجاؤں کا درجہ یا سلطانہ شہنشاہ۔

مہا کھن۔ سخت دشوار، بڑی مشکل۔

مہرا۔ سامان، آکا۔

مہراجن۔ بڑا راجا۔

مہراجن کے مہاراج۔ شہنشاہوں کا شہنشاہ۔

میکھ تھ۔ سیکھنا، ایک راک کا نام جو سیکھ راک کا بیٹا مانا جاتا ہے۔

میل۔ آمیزش، ملاوٹ۔

ن

ناتا۔ رشتہ، شادی، بیاہ۔

ناتا ہونا یا جھوٹے رشتہ ہونا، رشتہ داری ہونا، رشتہ قائم کرنا۔

نایچ بھانا۔ قہقہہ کرنا، کھرب کرنا، حیران کرنا، ہلک کرنا۔

نارہہ ہفتی۔ موسیقی کی دھڑی۔

ناک اونچی کرنا۔ عزت بڑھانا، بول بالا کرنا، عزت ملنا۔

ناک بھوں تاننا۔ غصہ ظاہر کرنا، تار دھڑ سے دکھانا۔

ناک بھوں چڑھانا۔ تیز چڑھانا، بھڑا ہونا، ناراض ہونا، جکڑنا۔

ناک چڑھانا۔ ناراض ہونا، رنجیدہ ہونا، جکڑ جانا۔

ناک دگڑنا۔ سر جھکا کر نہایت منت سماجت کرنا، عاجزی کرنا۔

ناہوہ کرنا۔ انکار کرنا، منع کرنا، تکلف کرنا۔

نہٹ۔ چوری طرح سرسراہٹ، چارہ سرسراہٹ۔

نچکا۔ تاپنے والا، دھکاس، نیچا۔

نچی کھولی۔ بڑا دروازہ، حال، افسردہ، بے یقین۔

نچھاور کرنا۔ تصدیق دینی کرنا، تصدیق اتارنا۔

نھان۔ آشکارا انجام کار، پالا خر۔

نڑھال ہونا۔ شعلہ ہونا، آگ لگنا۔

نڑھک۔ شعلہ کا چھوٹا قطر، مٹلے یا دھار، جس کا سر شیر کا سا تھا۔

نکل چلنا۔ بھاگ جانا، فرار ہو جانا، چلا جانا۔

نکلتا۔ نظر آنا، نمایاں ہونا، دکھائی دینا۔

نکلی۔ نوک، دھڑک، دھڑکی۔

نکھری چاندنی۔ اٹلی چاندنی، چاند کی صاف و شفاف روشنی۔

نگوڑا۔ نکلنے والا، نکلنا، نکلنا، بد بخت۔

نگوڑی۔ نکلنے والا، نکلنا، نکلنا، بد بخت۔

نچلی۔ بے ہوش، نامنہ، بے شرم، بے غیرت۔

نواڑا۔ ہوا کھانے اور دھار میں سر کرنے کی چھوٹی کشتی یا ڈال۔

نواں۔ نیا، مکان، گھر، مکان۔

نولی۔ نیا۔

نولی چھائی۔ نوا چھائی، نیا۔

نولی۔ نوک، دھڑک، دھڑکی۔

نہا دھانا۔ تھکنا، تھکنا، تھکنا، تھکنا۔

نہوڑا۔ تھکنا، تھکنا، تھکنا۔

نہوڑے۔ تھکنا، تھکنا، تھکنا۔

نیموں سے۔ غفلت برتنا، بہت زیادہ غافل ہونا۔

میں لگاؤ، پیار، محبت، عشق۔

میں کرنا، محبت کرنا، پیار کرنا۔

و

واقع (واقعہ)۔ بات، حکم۔

واچھڑے (جی)۔ دلدادہ، کیا خوب، کیا کہا۔

واری بھیری (بھیرے) ہونا۔ ڈار ہونا، قریب ہونا،

چھلنا، ہونا۔

ووں۔ اس طرح۔

وہے۔ ادھر، اس طرف۔

ووسے ہونا۔ ادھر ہونا، خاص بات نہ ہونا، دم کار نہ ہونا

ہونا۔

ووں۔ اسی۔

ووں۔ اسی طرح۔

وچاں وچاں۔ اسی طرح، فوراً، اچانک۔

و

واچھاٹا۔ ملنا، بیکس ہونا۔

واچھڑنا۔ خوشامد کرنا، اچھا کرنا، خوب کرنا، منت

ناہت کرنا۔

واچھڑے کھڑے ہونا۔ دست بستہ گزار ہونا، غم بجا

لانے کے لیے تیار ہونا۔

واچھڑنا۔ امید ہونا، بچنا، ہونا۔

واچھڑی چٹنی۔ کلم بہت کھانا، اٹھا۔

واچھڑنا۔ ہاتھ موڑنا، ہاتھ کو ہل دینا۔

واچھڑنا۔ ہاتھ میں ہونا۔ کاروبار نہ ہونا، اختیار سے باہر ہونا۔

واچھڑنا۔ حمل، چلنا، غم و درد سے۔

واچھڑنا۔ گاتے میں رنگی بھاؤ ڈالنے کے لیے ہاتھوں

سے اشارہ کرنا۔

واچھڑنا (سنگھار)۔ درمیانی قدر کا ایک درخت اور اس کا

بھول جسے پار پات کہتے ہیں۔

واچھا۔ کس، غم۔

واچھا بھول۔ ایک قسم کی آتش بازی جسے ہاتھوں میں لے

کر چھڑاتے ہیں۔

واچھڑنا۔ چٹنا، ہٹ، گھڑا، گاؤں، گندہ پ۔

واچھڑنا۔ نال بھول کرنا، سب دھو کر چٹنا کرنا۔

واچھڑنا۔ کس دھو کر ہونا، ہٹا دینا، دھوا کر ہونا۔

واچھڑنا۔ سانس کا رک، رک کے ٹھکانا۔

واچھڑنا۔ ہر ایک کھپ شیا زمین کے ایک مشہور رہا کا

نام تھا جو دشمن کا دشمن اور چھڑا کا والد تھا۔

واچھڑنا۔ دشمن کے ہاتھ سے مرنے کا۔

واچھڑنا۔ سر ہڑو شاداب ہونا۔

واچھڑنا۔ سر ہڑو شاداب ہونا۔

واچھڑنا۔ جلدی، اپنے قریبی، جلت، گھبراہٹ۔

واچھڑنا۔ کب نہ دھک۔ بے کجے سوچے، اچانک، اچانک،

دھک۔

واچھڑنا۔ حیران، حیران، بھڑکا۔

واچھڑنا۔ حیرت میں ڈالنا، حیرت زدہ کرنا، حیر کرنا۔

واچھڑنا۔ کتہ میں آنا، حیرت زدہ ہونا۔

ہوتی دکھائی نہیں دیتی۔ ناممکن ہے، مشکل ہے، خارج از امکان ہے۔

ہوتے ہوتے۔ رتو، رتو، آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے۔

ہونٹ چمکانا۔ منہ سوکنا، فلکی سے ہونٹوں پر چڑیاں جتنا۔

ہود سوسے۔ ہائے رے، الو، ہوا، ہاں، ہاں، ہوا، ہوا (گلر لٹائیے)۔

ہیر پھیر۔ گردش، انتخاب، زمانے کا چکر، آمد و رفت، مسافت، الجیر، بھراؤ۔

ہیر پھیر کرنا۔ تبدیل کرنا، بدلنا۔

ی

یوں ہی ہی۔ میرے نام ذرا سی، معمولی۔

یمن برصغیر دولت کی بارش ہونا، بے حد خوش حال ہونا۔

یہڑ والا۔ نیچے اوپر گھومتے والا ایک قسم کا جھولا جس میں کئی لوگوں کے ایک ساتھ بیٹھنے کے لیے چھوٹے چھوٹے خانے سے ہوتے ہیں۔

یہڑولی گر۔ ایک مارگ کا نام جسے گاندھار مرکا یا پناہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

یشتا پان۔ ایک قسم کی آتش بازی جو پان سے مشابہ ہوتی ہے۔

یشتا ستار۔ ایک قسم کی آتش بازی۔

یشتی سپاری۔ آتش بازی کی ایک قسم۔

یُس کے مال دینا۔ زیادہ توجہ دینا۔

یُسی آہا۔ دھڑکنے لگانا۔

یہاؤ۔ جرات، ہمت، حوصلہ، طاقت۔

JOURNAL

OF THE

ASIATIC SOCIETY.

No. II.—1855.

*A Tale by INSHÁ ALLÁH KHÁN, Translated by the Rev. S. SLATER,
Senior Professor of Bishop's College.*

(Concluded from vol. XXI. p. 23.)

پھر سب نے اب رانی کینٹی کے باپ اور اور مہاراجہ جگت برکاس
کی سہنی آنکے گھوکا گھر گرجی کے پاتو پر گرا اور سب نے
سر جھکا کر کہا مہاراج بہہ اب نے بڑا کام کیا ہم سب کو رکھ لیا
جراج آپ اُنہ پہنچتے تو کہا رہا تھا سب نے مر مٹنے کی تھان لی
تھی ان پادپوں سے کچھ نہ لچلے گی بہہ جان لی تھی راج ہات
سب ہمارا بچا اور کر کے جسکو چاہئے دے ڈالئے ہم سب کو اُنیت
بنا کے اپنے ساتھ لے گئے راج ہم سے نہیں تھمنا سورج بہان کے
ہاتھ سے آپ نے بچایا اب کرٹی اُنکا چچا چندر بہان چورہ آرہا

Listen again : listen to the story of Rání Ketakí's father, the Rájá Jagat Prokás. The whole of his family fell at the feet of the spiritual guide, and, bowing their heads, spoke thus : " Great Sir, you have done a great favour in rescuing us all. If you had not arrived this day, what fate would have awaited us ! For we were all on the point of perishing outright. These wretches can now do us no harm. Devote and deliver our empire to whomsoever you will ; and

JOURNAL

OF THE

ASIATIC SOCIETY.

No. I.—1852.

A Tale by Iusūf Allāh Khān. Communicated and translated by
L. CLINT, Esq., Principal of La Martinière College, Lucknow.

The tale submitted to the Society was placed in my hands by Dr. Sprenger for publication and translation, in consequence of his not being able from want of time to perform the task himself. Before he became aware that he would not be able to fulfil his intentions, he had drawn up the following notice of the subject, which, with his permission, I introduce.

"The Biography of this poet is in Garcin de Tassy's excellent *Histoire de la Littérature Hindoustanie*. He flourished in the beginning of this century at Lucknow. Besides this tale, a masnavy, and some minor compositions, he left a *dywan*, which is in our library, and he is the author of a great portion of the *Daryā Latafat*, which has lately been printed at *Murshidābād*."

"I found a copy of this Tale in the Moty Ma'ail library at Lucknow and had it transcribed. Its value consists in a peculiarity of style; though pure and elegant Urdu and fully intelligible even to the Mussalmans of the Court of Dehlee or Lucknow, it does not contain one Persian word, whereas the language usually spoken by fashionable persons in these two cities is almost purely Persian. In Lucknow in particular the Hindoo words are very sparingly used. This is much to be regretted, because the people of the villages and even the Hindus in the city who are neither directly nor indirectly connected with

sharp things to them, viz.: *Ketaki* having smelt the *keora* has blossomed. Who cares now about these two? Then the bride smiling said from beneath her veil, Oh woman, with such beautiful *misra* spread on your teeth, I have a good mind to give you a slap and rub it off.

(In: *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta). No. Li new series, No. 1 (1852), pp. 1-22; No. Lxxiii, new series, vol. xxiv, No. ii (1855), pp. 79-118)

formed a canopy over the earth, came down to distribute as an offering for the newly married pair, bags and handfuls of diamonds and pearls. The flying couches still remained in the air like a canopy. In the ceremony of going round seven times by way of offering there were so many that they were crushed together. And the female servants were dazzled at the sight. Rájá Indra at his first visit to see the bride gave her a bed made out of a single diamond, and a stool made of a topaz, and placed before the bridegroom the bough of an unknown tree which affords whatever fruit one desires to have, and the calf of the cow Kámdhen tied beneath it, and having selected out of the flying-couch-damsels twenty-one of the most beautiful maids who could sing and play, chaste, obedient, without blemish, gave them to him, and ordered them to converse with Ráni Ketaki but not with the bridegroom. "I give you warning before," said he, "otherwise you will all be changed into stone, and be punished according to your doings." And Gosain Mahandar Gur having placed twenty-one pats of what they call elixir, said "This is also a wonderful thing. When you choose you can melt a quantity of copper and convert it into gold by pouring eight barley-corns of this elixir into it." And the Jogi said to all of them, "It shall rain coins in the shape of golden locusts forty days and forty nights in the house of those who have attended without sleeping upon the marriage of these persons, and as long as they live they shall never be in want." And he gave to the Bráhmans nine lakhs and ninety-nine cows with gold and silver horns, and with jewels on their bodies, and tinkling bells on their feet. And he remitted to the people seven years' taxes; and he placed at the disposal of any who chose to take them, twenty-two hundred elephants and thirty-six hundred camels laden with silver. And there was no inhabitant of either of the two kingdoms who did not receive a horse, a suit of apparel, a bag of rupees, and a pair of bangles set with gold. Besides Madan-bán there was no one who was bold enough to go into the presence of the bride and bridegroom without being called. And without permission no one could run backwards and forwards and laugh and joke with them except Madan-bán. And she kept calling prince Uday-bhán by familiar names in order to tease Ráni Ketaki, and made sport of her in a hundred other different ways. On the night on which the bride and bridegroom went to their new home Madan-bán said a hundred

Uday-bhān sitting upon his Throne.

The bridegroom Uday-bhān seated himself on the throne, and on this side and on that Rājā Indra and the Jogi Mahandar Gur assembled with their trains. The father of the bridegroom standing behind his son with beads in his hand began to mutter something, and the dance began. In the air all the attendants of the Court of Indra who had come on the flying couches danced with expressive action, forming, as it were, a roof over the spectators' heads. The two queens, the mothers of the bride and bridegroom, embraced one another, and sat on an upper floor behind sandal wood doors to see the festivities. Masks, music, and clowns began to appear. All kinds of songs, namely, Yaman, Kalyān, Jhanjoti, Kānṛhā, Khambāj, Soni, Paraj, Bebāj, Surat, Kāngri, Bhairawi, Khat, Lalit, Bharon, taking the form peculiar to itself, began to sing exactly like human beings. Who can describe the pleasantness of that dance? In all the houses devoted to festivity, viz.: Mādho Bilās, Ras Dhām, Kshan Nrwās, Machhi Bhowan, Chandar Bhowan, women, all of them with dresses covered with brocade, with fringes of real pearls attached to them, rolling about as if they were intoxicated, were kissing those who were sitting there. In the middle of these houses a saloon surrounded with mirrors was built, in the roof and door and compound of which there was nothing but glass, not even so much as a morsel of wood or putty. Having dressed the bride, Rānī Ketakī, in wedding-garments, and having seated her in this saloon, when it wanted six hours of the fourteenth night, they sent for the bridegroom. Prince Uday-bhān, in the form of Krishna, with a crown on his head, and a wreath over his face arrived with pomp and attendants, like the moon at its rising. The recitations of the Brahmins and Pandits, the customs which obtain among kings, the going round the bride and bridegroom, and the tying of the knot, all were duly performed. "Now Uday-bhān and Rānī Ketakī have met: the flower of hope which had withered has bloomed again: when each was separate from the other they had no rest, and so they began to live with one another day and night. Oh hearer! this tying of the knot is much, what I have described is little or nothing. Oh Beneficent one, let all those who are drowning in a sea of love be saved. May my fortune change as theirs has." The damsels on the flying couches, who were dancing in the air, having

Ketaki heaving a sigh said, "True. Everything has turned out well—only I shall have nothing but jokes to endure."

Madan-bán's devotion to Ráni Ketaki, and the Ráni's smelling scents, and nodding, from excess of happiness, as with sleep.

Then Madan-bán was delighted at beholding Ráni Ketaki's wedding-suit, and eye-brows, and the modest appearance of her eyes, and her hair flowing over her face. Then Ráni Ketaki began to smell the scents and to close her eyes like one just falling asleep. Madan-bán with the utmost devotion to her whole person began to stroke the soles of her feet. Ráni Ketaki immediately smiling quietly pretended to writhe under this operation. "Oh! I see," said Madan-bán, "the rubbing of my hand pains the blister you got in searching for the deer." As she said this, Ráni Ketaki gave her a pinch and said, "If a thorn has stuck in my foot and made a blister what then? What business have you to reproach me?"

An account of the beauty of Ráni Ketaki.

Ráni Ketaki's beauty beggars all description. It is impossible to describe the arching of her eye-brows, the modesty of her eyes, the piercing of her sharp eye-lashes, and her smile, and the colour of the dye on her teeth, and her frown when angry, and the dignity with which she scolded her servants, and her walk, and her spring like the bounding of deer.

An account of the prince's beauty.

If any one surpasses prince Uday-bhán in beauty, let him appear—the beauty of his budding youth and the gracefulness of his gait, and the luxuriance of his sprouting hair, and the rosininess of his cheeks like the shining of the sun's rays early in the morning on the bosom of spring, the dropping of beauty from his first-shooting moustache, his pride on beholding his shadow, and the reflection of his shape as bright as the sun.

forgotten us after having assumed a new dignity and stolen our understandings."

The building of *Ghāts*.

They astonished all the people by building all the *ghāts* of the rivers in the two kingdoms of silver bricks. All kinds of boats adorned with gold were plying hither and thither on the rivers. These were crowded with singers and dancers of all kinds, who sang and played and danced according to their own manner, and leaped and sported and stretched themselves and yawned. And there was not a single boat which was not covered with gold and silver and handsome cloth. And on many of the boats swings were placed. Female singers sitting upon these and swinging warbled their songs to the *Kidāra*, *Bagisiri*, and *Kānpā* tunes; and the boats were spread over the surface of the lakes like clouds upon the face of the sky.

The arrival of Uday-bhān with the marriage preparations at the door of the Bride.

When prince Uday-bhān with all his preparations and with the bridal chaplet on his head, had arrived at the house of the bride, and when the usual customs of her family had begun to be performed, Madan-bān began to say to Rāni Ketaki in joke, "You have found good fortune and have appropriated it; why then are you sitting with your head hung down. Come let us have a peep at them through the windows." Rāni Ketaki said, "Do not say such shameless words to me. Why should we rise in so great a crowd as at present is assembled, and, with oil scented with flowers sprinkled over us, stand up to peep at them?" Madan-bān interpreting these angry words as only an attempt to deceive, recited the following in her own language, "Bravo, you are trying to come it strong. That deer for whom you were searching from forest to forest, is standing before you as a bridegroom in the intoxication of youth. What do you mean by saying you will not go to see him? All both great and small are desirous of peeping at him. There is a saying, 'The heart says, Yes, the tongue says, No.' But I am determined to take you to him." Rāni

Preparations of Gosain Mahandar Gur.

When the prince Uday-bhān set out to be married in this manner and also took with him the Brāhman who had been shut up in a dark room and asked his forgiveness and said, "Oh Brāhman, do not deal with me according to what I have said and done to you, but perform all your customary rites," he then accompanied Uday-bhān on a flying couch in order to perform the rites. Rājā Indra and Gosain Mahandar Gur proceeded with their train seated on the elephant Irāpat rocking as they went and looking at every thing. King Sūraj-bhān walked along-side the horse of the bridegroom counting his beads. Meanwhile a rumbling noise was heard: all were astonished: on hearing this the ninety lakhs of jogis, all of them being prepared with numerous pearl-necklaces on their necks and with their breasts similarly adorned, sitting upon the skins of deer and tigers, rejoiced with five-fold joy. All the princesses who attended queen Lachmī Bās in litters and chariots were laughing for joy. Meanwhile there appeared, here the mimes of the Bhartari actors, there Jogi Joypāl, and there Mahādev and Pārvati. Here Gorakh appeared, and there Muchandar Nāth fled. Kṛṣṇnā also appeared under the form of a fish, a tortoise, and a stag. Here Parsirām, Bāwanrup, Harnākis and Narsingh, there Rām, Lachman, and Sītā appeared. Here Rāvan and the whole battle in Lankā, there the eighth-day festival after the birth of Kanhya, and his carrying Pāras Deo to Grokal and his growing up with all these wonders attending his history, and his feeding the cows, and his playing the pipe, and his sporting with the milk-maids, and his being devoted to the Hunch-back, and the forest of Kurail and the fig tree and the *ghāt* where the Gopis undressed. There Bindrahan, Sewāganj, Barsāna appeared. And the whole history of Kanhya appeared, just as it had happened before their eyes. And the agitation of the sixteen hundred Gopis appeared before them. And the Gopi who, seizing the hand of Udho, caused all the Gopis to weep while she stooped to the ground and thus opened her heart: "When Kān, having left the bushes of the forest of Kurail came to dwell in Hardwar and built a house of *Magdhāt* in order to be called a king of kings, having left his cap of peacock feathers and his blanket, has now entered into some new relationship with us, and has

kingdom to that; and let there not be a spot of land on which there is no assembly of men, and rejoicing. And let many flowers be so scattered every where that even the rivers may appear to be rivers of flowers. And on the road by which the bridegroom will come, let screens made with mica and coloured paper be set up covered with rubies, diamonds and topazes, and let them be like beds of flowers for the bridegroom to walk between, and let as moors or mountains or valleys appear, whose bosoms are not covered with feathers and flowers.

King Indra makes preparations for the marriage of Uday-bhān.

King Indra said, "Order those cunning women who are flying aloft in stately array to ornament themselves and make a covering from this kingdom to that out of their wondrous flying couches, and let them fly in such a way that the couches may appear like flower-beds, extending a hundred cos. And on this side and on that, let them play on the drum, guitar, musical glasses, Jew's harp, tinkling bells, kettle-drum, cymbals, and hundreds of other extraordinary instruments. And between these flower-beds, let there appear the glittering of a multitude of lanterns and chandeliers ornamented with diamonds and topazes and pearls suspended in the air: and from those lanterns let all kinds of fire-works be let off so that the doors of the hearts of the spectators may be opened, and that the laughing betel-nut and the talking betel-chips covered with gold leaf may be thrown out of the leaping and bursting squibs. And when you all laugh, let the strings of pearls fall from your mouths along with your laughter, that all picking them up may be glad. Sing songs of praise to the fiddle in the manner of *dématis*. Throw up both hands and make your fingers dance: shew them such a sport as no body has ever beard of before. Wag your cheeks and wrinkle the nose and eye-brows and set the tune. Let no one break the ranks; and accomplish in one moment a journey of lakhs of years." What king Indra had commanded began to take effect in the twinkling of an eye, and whatsoever those two Mahārījas on their respective sides ordered, was speedily accomplished. You may imagine, if you can, what more preparations were made for this marriage, after such preparations both in the earth and the air as I have described.

Thereupon king Indra said, "Having recited over these deer, the words of my power and the Guru's piety with the mantra *Iri Bāché* sprinkle each of them with water." What sort of water could that have been! As soon as it was sprinkled prince Uday-bhān and his father and mother, all three, leaving the form of deer returned to their former shape! Gossain Mahandar Gur and king Indra embraced all three, and seated them near themselves with great tenderness, and giving to their people the jar of water which they had used sent it as a present to those who were unfortunate. When the people of king Indra recited the mantra *Iri Bāché* and sprinkled the water, all who were dead and in their graves rose again, and all who, though half dead, had escaped their final destiny were restored by it.

King Indra and Mahandar Gur having taken prince Uday-bhān and king Súrāj-bhān and queen Lachmī Bās on a flying couch with great noise and pomp, seated them on their throne, and began to make preparations for the marriage. Diamonds weighing five seers, and pearls, were presented to all of them. King Súrāj-bhān and prince Uday-bhān and queen Lachmī Bās having obtained their heart's desire and hope could not contain themselves for joy, and the king ordered his servants to open the mouth of the treasure-house for his whole kingdom, and also that any one who might think of any new means of giving enjoyment to them should mention it—"What day will be like to-day. The marriage of our dear and only son who is the delight of the pupils of our eyes is to take place; and all we three are restored to our shapes and our kingdom. This is the first thing we must do: to all those who have unmarried daughters let enough be given for arraying their daughters with ornaments and getting them married; and let them eat, drink, cook, and dress their food from our palace as long as they live. And let the daughters of all the land be never deprived of their husbands, and let them not wear any but red-dyed clothes, and let doors of gold and silver, like the mixing of Gangā and Jamnā, be set up in the houses; and on the roofs of the houses let *śkar* of saffron and the sandal wood be applied, and let models of all the hills in our country be made of gold and silver and set up opposite one another, and let the locks of the ugly shrews who are too surly to ask, be filled with rows of pearls, and let the thickets and hills be covered with flowers and festive wreaths, and let these wreaths be suspended so as to serve for a covering from this

from the summit to the roof, on all the leaves of all the brambles they stuck gold and silver foil with gum. And the king ordered that no one should by any means go out to walk without a red turban and a red dress : and that all the singers and dancers and actors and mimics, musicians and those who dance the sangit, wherever they were, should leave their abodes, and having spread comfortable beds, should continue singing, playing, dancing, shouting, and leaping.

Gossain Mahandar Gur seeks prince Uday-bhân and his father and mother—does not find them, and is greatly distressed—king Indra having read his letter, comes to him.

Let us break off here the story of these amusements. Now listen to what is to come. The Jogi Mahandar Gur and his ninety lakhs of disciples marched throughout the whole forest, but nowhere could any traces of Uday-bhân and his father and mother be found. Then he wrote and sent a letter to king Indra. The letter ran thus: "I am now seeking those three persons whom I changed into deer, but cannot find them anywhere, and I have exhausted all my powers. The word has gone out of my mouth that Uday-bhân is my son and I am his father. In his father-in-law's house preparations are made for his marriage. I have now fallen into a great difficulty. Do what you can for me." King Indra came with all (the attendants of) his throne to see the Guru Mahandar and said, "He is my son, as also he is thine. I will put myself in conjunction with you and all the inhabitants of Indra to get Uday-bhân married," Gossain Mahandar Gur said to king Indra "What thou sayest I also say; but do thou shew me some means of finding Uday-bhân." King Indra said, "We will take all the singing men and singing women and traverse all the forests. Somewhere or other we shall find him." The Guru Ji said, "Well."

The deer forget the sport peculiar to themselves:

The wonderful transformation into the shape of deer ceases,

And prince Uday-bhan and his father

And mother are restored to their former shapes.

One night king Indra and Gossain Mahandar Gur sitting in the clear moonlight were listening to songs. Thousands of deer stood by with their heads bent in attention to their singing, deeply fascinated.

The Mahārāja and the Mahārānī and the Gosain Mahandar Gur go to fetch Rānī Ketakī.

Then the Mahārāja and Mahandar Gur Gosain and the Mahārānī along with Madan-bān arrived at the place where Rānī Ketakī was seated in profound silence. The Guru Ji taking Rānī Ketakī in his arms, made her an offering to prince Uday-bhān and said to her, "Go you home direct with your parents. I am coming immediately with my son, prince Uday-bhān." As to Guru Ji Gosain, on whom be blessings, he indeed goes as he had said. What happened afterwards shall be related; as here you have to consider only the pomp and display. Mahārāja Jagat Prokās ordered it to be proclaimed throughout his country that great troubles awaited those who were disobedient. In every village at the very entrance they were to build a new three arched house, to cover it with red cloth,—and to sew upon the cloth embroidered fringes, small bells, lace, and tinsel. And on all the banyans and pipal trees, whether young or old, wherever there are trees, they were ordered to hang garlands covered with flowers made of lace, so that their brightness and quivering motion might extend from the summit to the root. "The young plants have painted themselves and are clad in red garments. The branches have put on ornaments on their hundred feet. The twigs have arrayed themselves in jewelled fruits and flowers, some with many, and some with few." All the fruits and leaves that were in verdure and greenness adorned their hands all over with the beautiful dye of the myrtle: and wherever the newly married brides had put on bracelets of small pods and the favourite wives bracelets of new buds, all of them filled their bosoms with the flowers of favour and love. And three years' taxes were remitted throughout the whole of the kingdom to all the people in whatever way it could be done, whether on the fields and gardens, or on the ploughing, or on the selling of cloth and rags; and it was ordered that all should make preparations in their houses to celebrate the wedding. And into all the wells of the whole kingdom were poured the contents of the sugar factories. And in all the forests and mountains and hillocks the glittering of lanterns was seen all night long. And in all the lakes, the bastard saffron, blossoms of the palās tree, and flowers of the weeping *Nyctanthus* were lying. And a little saffron also was mixed with the water, and

Madan-bān returns to the Mahārāja and the Mahārānī and tells them the pleasing news.

Madan-bān leaving Rānī Ketakī alone presented herself in great haste before Rājā Jagat Prokās and Rānī Kāmlatā on the mountain where they had taken up their abode; and having made the proper salutation thus addressed them: "Come, enter on the duties of your kingdom, your home is again peopled, and happy days have come. Not a hair of Rānī Ketakī's head is disordered; I have brought you a letter written by her own hand. Read it and do whatever you may desire." The Mahārāja having plucked off a hair from the tiger's skin put it in the fire; immediately Gossain Mahandar Gur arrived, and saw with his own eyes the newly made Jogi and Jogin. He embraced them all and said, "I committed the tiger's skin to you on purpose that you might set fire to one of the hairs when any thing particular happened to you. But in this your present condition what have you been doing? Have you been sleeping all this time? As for that playful damsel you might have shewn her whatever amusements she desired, and if she wished to dance you might have indulged her. But why give the ashes to a girl? As I changed into deer Uday-bhān and his father Sūraj-bhān and his mother Lachmī Bīs, it would have been no great difficulty to restore all three to the former shape. Well, let by-gones be by-gones. Now rise up, enjoy your kingdom, and make preparations for the marriage. Do you now call your daughter to you. I have adopted prince Uday-bhān for my son, and I am about to get him married." As soon as the Mahārāja heard this, he returned to his kingdom and seated himself on the throne. He then immediately issued a proclamation that the people should cover every story of their houses and the roofs with gold lace, and should hind on the bushes and hills gold and silver garlands, and should weave strings of pearls in the trees; and "give this order," said he, "that I shall be displeased with whatever family does not keep up the dancing for forty days and forty nights, and shall know that that house is not my friend in the various fortunes that befall me." For six months the kingdom remained in this state of whirl and excitement, no one who could walk ever standing still, but keeping on the move day and night. Everywhere this was the order of the day.

into the fire-place. The Guru has utterly desolated both kingdoms. Prince Uday-bbán and his father and mother are, on the one hand, quite ruined; and, on the other, Jagat Prokás and Kámlatá are destroyed. Had it not been for the ashes, how could this have happened?" Madan-bán went forth in search of them. Having applied the collyrium, she wandered about crying 'Ráni Ketaki, Ráni Ketaki.' Many days subsequently Ráni Ketaki happened to be exclaiming, among a flock of deer, 'Uday-bbán, Uday-bbán.' Each recognised the other, and cried out to her to wash her eyes. They met and sat down near a pool. Embracing each other they bemoaned, so that their sobs resounded among the mountains. Their sighing filled the woods, and their sobbing was heard on the mountains. Finding a pleasant shade they sat down in it, and began to recount their adventures.

Ráni Ketaki's conversation with Madan-bán.

Ráni Ketaki related all that had befallen her, and Madan-bán reiterated her former complaints, and told her in full how her parents had on her account become devotees and had gone into seclusion. When she had told all she began to laugh. Ráni Ketaki was angry at her laughing and replied, "I am not dissuaded by your laughing; let any one laugh that will. My motto is that I am caught, that I am caught. Now, indeed, have all sorts of misfortunes overtaken me. Why seek for the thorn in my foot; it has entered into my soul." Madan-bán wiped away Ráni Ketaki's tears, and said, "If you will stop at any place, I will privately bring your disconsolate parents to you, and through them will bring this affair to a termination. The ascetic Mabandar Gur, whose doing all this is, is under their authority. If what I say meets your approval, the days that are past may come again; but you do not approve it. But why am I chattering? I will undertake for you." After the lapse of many days Ráni Ketaki gave her consent, and sent Madan-bán to her parents, despatching by her hands this note which she wrote: "If you can do anything, arrange with the Jogi and come."

answer you then returned? Now that the prince Uday-bhān and his parents have all three become deer of the forest, how is one to know where they are? Thus to persist in thinking of him, in a style unprecedented in your whole family, is unbecoming. Abandon this intention. Otherwise you will rue it, and will suffer the consequences of what you do. I can be of no assistance. Any good resolution of yours should never pass my lips while I lived; but this affair I cannot conceal. You are still inexperienced; you have seen nothing. If I shall perceive that you are really fixed in your determination, I shall inform your parents of it, and shall have those ashes, which that cursed wretched goblin, son of a dolt, the ascetic, gave, taken away from you." Rāni Ketakī, on hearing this incivility of Madan-bān put her off with a laugh, saying, "Every one whose heart is not his own, has myriads of such vain thoughts as mine; but there is a wide difference between saying and doing. Well, it would be an impropriety in me to abandon these dominions and my modesty, and wander about running and leaping after deer. And you are a great simpleton to have thought me in earnest, and to have begun a quarrel with me on this account."

Rāni Ketakī applies the ashes to her eyes, and escapes from the house. Great and small are all in consternation.

Ten or fifteen days afterwards, one night Rāni Ketakī, without conferring with Madan-bān, applied the ashes to her eyes and left the house. The state of her parents beggars description. All made up their minds that their spiritual guide must, for some cause, have summoned Rāni Ketakī to him. The Rājā Jagat Prokās and the Rāni Kāmlatī, quitting, on account of this desertion, their kingdom and all else, repaired to the summit of a mountain, having left one of their subjects in charge of the government. After an interval of many days the Rāni addressed the Rājā Jagat Prokās in these words: "Madan-bān will know whatever is to be known of Rāni Ketakī's secret. Send for her and make enquiry." The king called and questioned her. Madan-bān revealed the whole affair. "Madan-bān," said Rāni Ketakī's parents, "if you were only with her, we should have some consolation. If now she sends for you, do not refuse: go and join her. Keep by you all the ashes that are left. Why should we throw them

not heed." "What are ashes?" said the Rājā. "She is dearer than my very life. What is one life, if she may be amused for an hour? If I had a myriad of lives, they should be devoted to her." So he gave Rānī Ketaki a little of the ashes out of the box. Several days she continued playing at blindman's-buff with her attendants, in presence of her mother and father, and diverted them all. Of the hundreds of trays of pearls which she bestowed, what shall I say, but that they were a trifle to her? Yet I could not speak accurately of them in myriads of volumes.

Rānī Ketaki is disquieted for love, and Madan-bān refuses to attend her.

One night, Rānī Ketaki, while reflecting in those matters, thus addressed Madan-bān, "Now will I, unfortunate, bid adieu to modesty. Do thou second me." "How can this be?" said Madan-bān. Rānī Ketaki informed her that she had procured the ashes, and added "In anticipation of this day did I make a pretext of playing blindman's-buff." "My heart is all of a flutter," said Madan-bān. "It may be that you may make a collyrium for your eyes of these ashes, and that you may apply it to mine also; and that no one shall see us, and that we shall see everything. But how can we be so infatuated as forgetting our beauty to wander in the woods and swing with our hands on the horns of deer? And where is he for whom all this is to be done? And if he were to be found, how will he know that this is Rānī Ketaki, and that this is Madan-bān, her wretched, scratched, torn, and wounded companion? A curse on this love, for abandoning the kingdom of your parents, and pleasure, and sleep, shame, we are called to wander on the banks of streams! It would be unseemly too. If he were in his own form, there would be some little hope of finding him. But as it is, I cannot undertake knowingly to render desolate the house of the Rājā Jagat Prokās and the Rānī Kāmlatā, and to deceive and lead away their only darling daughter; and to cause her to wander here and there, and to make her subsist upon the leaves of the forest; and to reduce her to misery. This mad course did not occur to you on that day when war was raging between your parents and his. By the hand of the gardener's wife he wrote to you to beg that you would flee away with him. Have you forgotten what

own. Again does all this present itself to my eyes, and still is my heart as then it was. How shall I forget him, and what shall I do? And how long am I to fear my mother and my father? Just now, O Madan-bān, I have heard that Uday-bhāṇ has been turned into a deer. Now will he be eating the green green grass. Thou, too, sunk in grief, dost pity me. I have been fascinated; so give me not those fresh flowers to smell. Take them away; for my liver is rent into a hundred pieces. Collect not my life now dispersed, but bring me a bundle of grass. I would see its verdure. And what else now can I say to thee? My eyes start like a deer's, and the lashes of my eyes are dishevelled like the grass of the forest. When any look at me, they moisten, and are suffused with the dew of tears. Since my state has become as now, I have lost all my lustre.'

In this style, when Rānī Ketakī was alone, did she string the pearls of verse before Madan-bān.

Rānī Ketakī begs some ashes from her mother, Rānī Kāmlatā, in order that she may play at blindman's-buff; and is displeased at being refused. Rājā Jagat Prokās sends for her, and talks affectionately with her, and gives her some of the ashes.

One night Rānī Ketakī, wheedling her mother, Rānī Kāmlatā, spoke and requested as follows: "Where have you placed the ashes which the Guru Gosain Mahandar Gur gave to my father? And what are they for?" Her mother replied: "Tell me, I beseech you, why you ask this." Rānī Ketakī rejoined: "I want it to play at blindman's buff with. When I play with my attendants, and I am thief, then no one will be able to catch me." The Rānī replied: "This is not a thing to play with. Such charms as these are kept for aid in an evil day. Who can know at what time evil will come."

Rānī Ketakī, greatly vexed at her mother on this account, arose and departed, and ate nothing the whole day. When the Rājā sent for her, she said that she had no appetite. "And have you heard what is the matter?" cried Rānī Kāmlatā, "Your daughter has been asking for the ashes which the Guru gave us, to play at blindman's buff with. I refused to give it, and told her that it was not a thing to be played with, but that the Guru had given it against evil days. At this she became displeased with me. I amused and coaxed her, but she would

kingdom! Why should I trouble you so much?" On hearing this, the Jogi Mahandar Gur replied: "You are my sons and daughters; be comforted, be tranquil and at your ease. Who now is such that he dare scowl upon you with enmity? I have given you this tiger-skin and these ashes. If any such difficulty befall you, pluck a hair from the skin, and light it in the fire. The hair will not have been consumed before I shall hasten to you, As for the ashes, they are for this purpose, that whoever desires, may, by using them as a collyrium, see everything without being seen himself, and he can do whatever he pleases."

The Guru's going to the Rájá's habitation.

Revere the feet of guru Mahandar Gur, and give praise to the Mahárajá, for from him nothing is hidden.

Raja Jagat Prokás, waving over the Guru a fan of peacock's feathers, conducted him to his queens, who filled their laps with flowers of gold and silver and offered them to him, and prostrated themselves before him. He patted them on the back, Ráni Ketaki also prostrated herself before him, but in her heart bitterly reviled him. The Guru, after remaining there seven days and nights, and enthroning the Rájá Jagat Prokás, having mounted his tiger-skin in the same manner as he came, hastened back to Mount Kodas, and the Rájá began to rule as before.

Ráni Ketaki, as described in couplets of her native tongue, laments before Madan-bán, and, at the thought of what has passed, gives up all hope of life.

Great was the agitation of the Ráni and she took no note of evil or of good. Mutely she sighed, and wished not for life. But ever and again she exclaimed, 'O Madan-bán, alas! day and night am I absorbed in these thoughts. Thirst I feel not, nay, nor hunger; still do I see those green green trees. Tell that the dread of an unexpected calamity has befallen me; tell that love has here taken up its abode. Among the mango-trees did he alight, and the night wind was sighing; stealthily did I arise and approach him, and thou didst apprise him of my passion. I took off his ring, and I gave him my

hands of a flying messenger, Jogi Mohandar Gar raised a scream, which made his army tremble.

Having smeared his face with the ashes of cow-dung and muttered a spell, he mounted a horse of the air. And all his disciples being seated on the skins of antelopes, and having taken the charmed balls in their mouths, awoke Gúrah by their shouting. In the twinkling of an eye, they arrived at the place where the two Rājās were contending.

First, there came a dark storm, then a fall of hail, then again, a dark storm, so that no one retained his consciousness. As to the elephants, the horses, the people, the armament, which were of Rājā Surajbhān, it was not understood where they had gone, or who had carried them off. But upon the people of Rājā Jagat Prókās and of Rānī Ketki it rained perfume in fine drops.

When all this was over, the Gurú said to his disciples, "Change these three, Udebhān, Surajbhān and Lutchmibās into deer, and let them loose in some forest; their companions, tear in pieces. As the Gurú said, it was forthwith done. The Kunwar and his father and mother, having become deer, remained picking up the greenest grass for many years. And of their armament no abiding place, or hope remained; no account of where they had gone, or where they were staying.

Here let this part of the narration be suspended awhile.

Translation by Rev. S. Slater, Senior Professor of Bishop's College.

Listen again: listen to the story of Rānī Ketakī's father, the Rājā Jagat Prókās. The whole of his family fell at the feet of the spiritual guide, and, bowing their heads, spoke thus: "Great Sir, you have done a great favour in rescuing us all. If you had not arrived this day, what fate would have awaited us! For we were all on the point of perishing outright. These wretches can now do us no harm. Devote and deliver our empire to whomever you will; and receive us as your devoted servants and take us with you. We cannot support the kingdom by ourselves. You have saved us from the hand of Surajbhān. If once his uncle Chandarbān shall make an assault on us, how will escape be possible? It cannot be through my power. A curse, too, on such a

contrary to the duties of son and daughter. I love you better than life. Of what consequence is one life, if a myriad of lives be lost? But to fly would in my eyes be unseemly."

When the Kurwar received this letter written in betel-juice, he made a sacrifice of a gold dish filled with abundance of pearls, diamonds and topazes, and left it at discretion. But his uneasiness increased with this letter four and five fold. The letter itself, he bound on his fair arm.

The coming of Jogi Mohandar Gar from Mount Kailās, and his turning into deer Udebhān and his father and mother.

Jagat Prokis thus wrote to his Gurū who lived on Mount Kailās: "Be pleased to help me. A great hardship has befallen my unfortunate self. Such conceit has taken possession of Rājāh Sursabhān that he has planned an alliance with my royal family."

Mount Kailās is entirely composed of silver. On it, Rājāh Jaggat Prokis's Gurū, Mohandar Gar, whom all call Indar, in reflection and contemplation, with some ninety lakhs of pilgrims spent the day and night in the worship of his God. Silver and gold he made out of tin and copper, and on putting a certain concocted ball into his mouth was able to fly in the air. If you have patience, I will tell of other things relating to him, which are beyond comprehension. He could rain down gold and silver, and transform every object as he wished. Before him every thing was as play; and in performing on the pipe and in singing, all, save Mahāden, confessed their inferiority to him. Sursi also whom they call Pandoo, had learned the notes from him. In his presence, the six Modes and their thirty-six wives assuming the appearance of slaves, stood reverentially day and night. The names of the Atyts or disciples were Bhyrongar, Bhimbāsgar, Hindolgar, Mckhnāth, Kedārnāth, Dipak Dās, Joti Sarup Dās, Sārang Rūp; and the female disciples were named after this fashion; Gūgri, Asdwarī, Gaurī, Māhazē, Bālawāl. When he chose, he was wafted in the space between heaven and earth, seated on his throne, and ninety lakhs of the *jabars*, who were his disciples, each putting a prepared ball in his mouth, wearing raiment of the colour of ochre, with matted dishevelled locks, accompanied him.

When the letter of Rājāh Jaggat Prokis was delivered by the

your father-in-law, who will no doubt bring the proposal to a successful issue."

A great difficulty befel the brāhman who, having seen an auspicious hour, had gone thither in great haste. On bearing his business the father of Rānī Ketki said: "There can be no alliance between them and us. His ancestors in presence of my own always spoke with hands joined in reverence; if for an instant they saw a frown, they trembled. What if they have waxed great, and are exalted? He to whose forehead, I apply the *tika* even with my left thumb, becomes a rājā of rājās. Who shall dare to make such a proposal to me?"

The brāhman highly incensed said he also thought of this, and said in a large assembly, "In me and in him there is, I may say, no alloy, subtracting from perfect purity; but I cannot prevail over the waywardness of the Kunwar. Otherwise, so mean a proposal would never have proceeded from me." On bearing this, the Mahārāja threw his staff adorned with flowers on the head of the brāhman, and said, "If I were not afraid of the consequences of the murder of a brāhman, I would forthwith put you under a millstone. Take him away and confine him in a dark cell." On hearing of all that had befallen the brāhman, the parents of Udebhān resolved on war, and his father equipping himself advanced like a gathering of clouds.

When the war between the two Rājās commenced, Rānī Ketki began to weep like the rains of July and August, and the same thought entered the minds of both: "What an attachment this is, that causes the shedding of blood, and the heart to long for good tidings, and to long in vain."

The Kunwar secretly despatched the following letter: "My heart is now breaking. Let the Rājās fight against one another. Do you, by whatever means it can be effected, call me to your side. United, we will go to some other country. What is to happen, let it happen." A maid's wife, who was called Phūlkali, took the Kunwar's letter, concealed in the leaves of a flower, to the Rānī. Ketki rubbed her eyes with that letter and gave her a large dish filled with pearls. Upon the back of the letter, she wrote in the juice of the betel, "O Master of my heart! If you cut me in pieces and throw my flesh to the kites and crows, even then there will be ease in my eyes and gladness in my heart. But this flight, which you speak of, is not good. It would be

"What misfortune has befallen you, that you are always lying down and weeping? Give the royal dignity to whomsoever you please: only say, what you want. Why do you take no interest in any thing? What is there that cannot be effected? Speak out, open your heart to me: what you hesitate to say, send to me in writing. Whatever you write shall be immediately fulfilled to the letter. If you say, 'Cast yourselves into a well,' we will both do so: if you say, 'Cut your head off,' we forthwith will do it." Ude-bhān, who hitherto spoke not at all, having the prospect of writing opened to him, said this much: "Good! be pleased to take your departure. I consent to your proposal of writing. But in no way speak before me of what I shall write about: else, I shall be ashamed. On this account I said nothing in your presence." He wrote as follows: "Now that my life is ready to depart, and as I must speak out, and that you have examined and proved me in a hundred ways, without shame, with reverence, without disguise, and with entreaty, sorrow and deprecation, I thus write. In this world, no one is secure from the attacks of love. Indeed, who is there without sorrow? That day that I went to look at the verdure of the fields, when there a deer with ears erect held on before me, and I pursued at full gallop. As long as there was light I continued the chase at full speed. When after the setting of the sun, darkness appeared, my heart was oppressed. Seeing some tamarind trees, I went under them. The leaves of those trees captivated my heart. The diversion going on there was that of swings, in which some females were engaged. The leader of them all was a certain Rānī Ketki, the daughter of Mahārāja Jagprokās. She gave me this, her own ring, and took mine, and also entered into a contract in writing. Thus do this ring and her contract and mine come before you. Please to look at them, and do that by which your son's life may be preserved."

The Mahārāja and Rānī upon the arrival of their son's letter, wrote as follows: "We have both, out of regard, rubbed that ring and that contract with our eyes. Grieve no more. If the parents of Rānī Ketki listen to your suit, they will be our child's father and mother-in-law, and the two rules will become one. And if there should be any denial, then as far as it can be effected by the force of our arms, we will bring you and your bride together. From this day, grieve no more, play, divert and enjoy yourself. Having considered the divisions of time that will be fortunate, we will send a brāhman to the house of

The story of the Rānī was as follows: "She is the daughter of Rājā Jagprokās and Rānī Kāmlathā. A month before, her father and mother said to her 'Go and divert yourself by swinging in the grove of tamarinds.' This day that she has become acquainted with you, the time is up. The addresses of many Rājās' heirs have been rendered, but none of them have proved acceptable. What a destiny is yours! That in the greatest secrecy she has come to see you, taking with her me, the familiar friend of her childhood. Do you now tell your history, what country you come from, and who you are."

He said, "My father is Rājā Surajbhān, and my mother Rānī Latchmibās. Whatever alliance may be entered into by us will be no wonderful or extraordinary matter. It is in the usual course of things from time immemorial. It's as broad as it's long: are not marriages sought out? The affair so much desired by the two Rājās has befallen favourably. It was but the union of our hearts that was wanting."

Madanbān then said: "The thing is done: make an exchange of rings, and let there be a written contract between you : then no ground for doubt will remain." The Kunwar put his ring on the finger of the Rānī, and she put hers on his, and gave him a little pinch. On this, Madanbān interposed, saying, "Of a truth, this has gone too far: to go so fast is not good: my life is in danger. You must now get up, and leave this man to sleep, or if he like it, to weep." When the affair was consummated, at the last watch of the night, the Rānī taking her attendants went to the place from which she came.

Kunwar Ude-bhān also mounting his horse and joining his retinue, went home. How shall I describe the state of the Kunwar? Words are inadequate. He neither ate, nor drank; he held intercourse with no one; he neither spoke nor listened, remained immersed in the subject of his thoughts, whatever that was. By degrees, reports of this began to spread among the people. One and another said to his father and mother: "There is some secret grief preying on his mind. That Udebhān, who is the light of your house, now knits his brows, and looks discomposed. He never sets his foot out of doors. If the females of the house try to divert him in any way, he does nothing but heave a deep sigh; and if any one grieve him much, he goes within the curtains of his bed, hides his face, and sheds floods of tears." On hearing this, his father and mother came running up to him and embraced him, kissed him, fell at his feet, and besought him, saying,

face may be turned. I have nothing to do with any one. Having, in pursuit of a deer, left all my people, I had set off at full speed. As long as there was light, I was intent on the chase. When darkness overspread the earth, and my mind was greatly bewildered, I came here seeking the shelter of these trees. There was no let or hindrance, that I should conceive an unfavourable issue, and pause. Without restraint, out of breath, I came hither. How did I know that these high-horn damsels were swinging themselves? But it was thus predestined. For years will I stay here, and play at swinging."

Having heard these words, the wearer of the red suit, whom all the rest obeyed, said, "Pray, Sir, don't jest with us. Tell this man that he may lie down wherever he likes, and whatever meat, or drink he requires, furnish him with. No one has yet killed a guest. The look of him, his reddened cheeks, his parched lips, his panting horse, and his own confusion and trembling and deep sighs, with his falling down motionless, prove him to be sincere. Could any false pretence escape detection? But as some sort of screen between him and me, hang up some clothes." Having obtained so much protection, Ude-bhán made his bed in the most distant nook formed of five or six saplings. Having made his hand a pillow, he was wishing to go to sleep. But did ever sleep come in connexion with the wish felt? As he lay discoursing with his own thoughts, what should happen but the night began to whisper and his companions all remained asleep.

Rání Ketkí, waking her maid Madanhán, thus spoke: "Do you hear? come hither, and tell me if you have heard any thing. My heart is suddenly fixed on this man and cannot forhear. You know all my secrets; now, happen what may, whether my head remain on my shoulders or not, I will go to him. Do you go with me, but I entreat of you to let no one know it. His Maker and mine have united him to me as a husband. I accepted him from the time we met in the tamarind grove."

Ketkí, taking the hand of Madanhán, went to the place where the Kunwár was lying down, thinking and talking to himself. Madanhán, going before her, began to speak, as follows: "Supposing you to be alone, the Rání has come herself." Ude-bhán hearing this, arose and sat up, saying: "Why not? This is a meeting of hearts." The Kunwár and the Rání both remained silent, but Madanhán amused them. By degrees, they all three disclosed their history.

The Development of the Tale, and Embellishment of the Diction.

In a certain country in the house of a Rājā was a son. Him his father and mother and all the people called Kunwār Ude-bhān. Truly, in the splendour of his beauty, a beam of the sun had been blended. His goodness and worth were such as cannot be described by tongue or pen. Being between his fifteenth and sixteenth years the down on his cheek began to sprout. He began to strut and give himself airs, and pay no respect to any one. Further, serious consideration on any subject found no entrance or abiding place in his mind and the breadth of the stream of friendship was not seen by him. One day having mounted his horse to see the country, he went away pranking, seeing, and looking about him, in company with other boys. His heart beat when he saw a deer before him. In pursuit of that deer he put his horse to a gallop, leaving them all behind. What horse could come up with him? When the sun set, and the deer was no longer to be seen, the Kunwār hungry, thirsty, yawning, gaping, distracted, began to seek some shelter. In the meanwhile some tamarind trees met his eyes. Having set off towards them, what a sight he saw ! Forty or fifty girls, one more beautiful than another, playing at swings and singing *Jāwāns*. When they saw him, "Who are you?" "Who are you?" they began to hawl out.

"A day-light thief he is," said one;

"A cunning fellow," quoth another.

Of that one, who was engaged at play and who wore a suit of red clothes, whom all called Rānī Ketkī, the love of him made a resting place in the heart. But conversation she resolutely forbade, saying, "How can such an intercourse be called proper. When you dropped upon us all at once, you knew that some women were playing at their games. Now, Sir, do you, who have in this sort so boldly come hither, withdraw into some retirement." Then he, having felt the stroke of pain, said, "Do not look unkindly upon me. Wearied with the labours of the day, I will lie down, making the covering of a tree a defence against the dew; early in the morning before the mist has passed away, I will go in whatever direction my

resolution, my heart expanded like a rose bud. Of course, no foreign words or barbarous expressions were to appear in it. Of those who heard my intention, one, a great wisacre, an old curmudgeon, quarrelsome withal, and possessed of stentorian lungs, was determined to oppose the plan and introduced his nonsense by making faces, shaking his head, turning up his nose, lifting his eyebrows and turning away his eyes. He said, "It does not appear how this can be; that the Hindoowy quality of the style should not appear and the Bhakha not slip in: that the style common amongst the first sort of people, the super-excellent, should remain as it always was, and that neither of these should be reflected in it. This is impossible."

The difficulties he made were an offence to me, and I became angry, and said; "What I said was not so wonderful as to make a grain of mustard seed appear a mountain, and mixing truth with falsehood to be obliged to convince and persuade my bearer by the aid of pantomime, and construct entangled and unconnected sentences without measure or moderation. How should my lips make the promise of a thing which I am unable to perform? In what way soever it is effected an end is put to this dispute."

The narrator of this story here declares himself, and to that degree in which some people proclaim him in the way of praise, speaks conformably. Passing the right hand over the face in consideration, I explain myself. Whatever my Benefactor willed, I shall essay, and leaping, jumping, running, striving, will shew my skill. Seeing which, the steed of your fancy, which is faster than lightning even, and in his bound like the deer, will be lost in amazement!

Mounting my horse, I come,
The skill: I have, I shew it all.

Do you turn your ear to me and giving me a little of your attention, see what a display I make, and what sort of flowers I disclose from the petals of my lips.

In the name of GOD the most merciful and clement.

Having bowed the head, I rub my face in the dust before that Maker by whom we all were made, and by whom in an instant were revealed all those things of which the secret had been penetrated by none.

The breath that comes and goes, if the thought did not turn on him, would be a noose for our necks. How shall this puppet, that holds in remembrance the Being that disposes it, fall into any difficulty? And how shall gall and bitterness be met with? Taste the sweetness of that fruit as former generations have tasted of excellence from their elders. To see, He gave the eye; for hearing, the ear; the nose also be made prominent amongst all the features ; and to our forms, granted a soul. To a vessel of clay, how is it possible to declare the skill of its Maker? The truth is, how can the created praise his Creator, and what shall he say? Let him thus vainly talk, who will; not I. If as many hairs as there are from head to foot were all to speak in praise, and remain in that case as many years as there are sands in all the rivers, and blossoms and pods in the fields, even then the task could not be fulfilled.

With this bowing of the head day and night I repeat prayers in my heart to that Friend of God, far advanced in favour, on whose account it was said, "If Thou hadst not been, I would have created nothing." And of his cousin Ali, whose marriage was contracted in his family, the remembrance has always been with me. I waxed great exceedingly, and was not able to contain myself. And as many children as there are of him, they are our salvation: for any others, I have no place in my heart. Out of the pale of this family, what have I to do with any vagabond, thief, robber, or man-slayer? In this world and the next, I place my hope day and night on them and their house.

The beginning of a wondrous Tale.

One day while I was sitting doing nothing, it came into my head to write a story in which the Hindooway dialect should be preserved in its purity free from any admixture. Having taken this

wider from the idiom of the people they preclude the millions from obtaining information, and prepare the ruin of the literature which of late years they have been cultivating. In the British territory (particularly at Agra, Dehlee and Benares) this abuse is not carried so far and many learned natives are of opinion that the Hindee element ought to be developed in Urdu in preference to the Persian. This no doubt is the right view, it being the only way of making literature popular and it is in order to further it that I publish this literary curiosity. The Asiatic Society is perhaps to be blamed for not paying more attention to the vernacular languages of India than it has done of late years; and to those who blame us for this neglect this very elegant composition will not be unwelcome."

This tale is a specimen of a class of compositions frequent in the East, not unknown in Ancient Greece, and characteristic, I believe, of every literature, when the period of its decline has arrived. The common feature to which I allude is that of writing under needlessly imposed and difficult conditions, such as the omission throughout of some letter, or a construction in which sense would be preserved if the order of the words were reversed. These curiosities cannot all be considered useless. As the fetters of rhyme have led to increased richness of style and variety of expression, so the compositions alluded to may have promoted philological learning, however little they may have contributed to the advancement of real knowledge and the increase of ideas. The piece before us seems to possess the greatest merit that works of its class can have. It is a magazine of Hindee words and phrases, and considering that the author is able to offer the usual praise to his God and Prophet without the introduction of one Arabic word, it must be considered as a good display of the powers of the language he has selected.

As many of the words used are not in Thompson's Hindee Dictionary, or the 3rd edition of Shakespeare's, I intend to make a list of the desiderata, and place it at the end of the paper.



A TALE BY INSHĀ ALLAH KHAN

*A Tale by Inshā Allah Khan, Communicated and translated by L. Clint, Esq.,
Principal of La Martinière College, Lucknow.*

The tale submitted to the Society was placed in my hands by Dr. Sprenger for publication and translation, in consequence of his not being able from want of time to perform the task himself. Before he became aware that he would not be able to fulfil his intentions, he had drawn up the following notice of the subject, which, with his permission, I introduce.

"The Biography of this poet is in Garcin de Tassy's excellent *Histoire de la Littérature Hindoustanie*. He flourished in the beginning of this century at Lucknow. Besides this tale, a *masnawī*, and some minor compositions, he left a *dywan*, which is in our library, and he is the author of a great portion of the *Daryā Latīfat*, which has lately been printed at Murshidābād."

"I found a copy of this Tale in the Moty Mahall library at Lucknow and had it transcribed. Its value consists in a peculiarity of style ; though pure and elegant Urdu and fully intelligible even to the Musalmans of the Court of Dehlee or Lucknow, it does not contain one Persian word, whereas the language usually spoken by fashionable persons in these two cities is almost purely Persian. In Lucknow in particular the Hindee words are very sparingly used. This is much to be regretted, because the people of the villages and even the Hindus in the city who are neither directly nor indirectly connected with the court pure Hindee and even the educated in their *zaminābs* and in their childhood a language containing a great admixture of Hindee words. The Persian Urdu which they write is therefore even to them foreign and artificial and conveys no force. Another mischief is that by removing the written language wider and

Appendix

(List of untranslated words in the English text)

Sān: A special song during the rejoicings of the month of Sāwan—the fourth Hindu month, July-August.

Tikā: Small round mark (or marks) made on the forehead and between the eyebrows (of coloured earth or unguents) and intended either for ornament or for sectarian distinction (the mark is commonly made at the ceremony of betrothal, or at that of installation to an office; or whom one is setting out on a journey, or a pilgrimage, or is about to undertake an enterprise).

Dōmāī: A woman or girl of the *dōm* caste of Muslims who sings and dances but only in the presence of women.

Gopī: The wife of a cow-herd; a cowherdess (esp. applied to the cowherdresses of Virandā-van, the companions of Krishna's juvenile sports).

Ghāt: A bathing-place, or a place for washing clothes (on the bank of a river); a masonry embankment of the side of a river.

Keorā: Name of a plant which bears a strong-scented flower, a species of *Pandanus odoratissimus*; the flower of this plant, scent made from this flower.

Gosā'in: The master or possessor of cows or of herds; a devotee, a saint, a holy man; a caste of Brahmans, an honorary title affixed to proper names.

Jogī: A contemplative saint, a devotee, an ascetic, a hermit, one supposed to have obtained supernatural powers, a magician, a conjurer.

Jogin: The wife of a *jogī*.

Kabānī, which is deplorably lacking in the research tools of Urdu language.

At the end, I quote Prof. Aziz Ahmad (1913-1979), who writes:

"Inshā's *Rāni Ketki ki Kabānī* (1809) is regarded by some as an early example of Hindu prose [T. Grahame Bailey, 'Hindi Prose before the 19th century', in: *SOAS*, ii, 1923-25]. This would be the retrospective application of a criterion of distinction. Inshā' could not possibly have imagined that he was writing in anything except Urdu, from which, not for the purpose of 'Hindification' but as a literary *tour de force* he excluded all Arabic and Persian vocabulary, like Faizi before him who had written a commentary on the Qur'ān without diacritics."³⁹

Lahore
28.6.2014

M. Ikram Chaghatai

³⁹ Aziz Ahmad: *Studies in Islamic Culture in the Indian Environment*. Oxford 1964, p. 256.

task has been adequately done by the editors like Sayyid Qudrat Naqvi and Sayyid Sulaiman Husain.

- iii) A glossary has been prepared with the help of Sayyid Qudrat Naqvi's edition (1973) and Dr. Sharif Ahmad Quraishi's book.⁵⁶
- iv) With the text, its English translation (by L. Clint and Rev. S. Slater) was published and now after more than one and a half century it has been reproduced.⁵⁷
- v) The translators retained a few words in original. Their translation has been given in the appendix.
- vi) A very important introductory remark by A. Sprenger, who was responsible for *Kabani's* text and translation,⁵⁸ shows that after the abolishment of Persian as an official language, the British influential and high-ranking literati intended to diminish the usage of Persian and Arabic words in spoken and written Urdu and attempted to popularise the Hindi words. In this way, they could accelerate the process of harmony between the Muslims and Hindus. For achieving this goal, they encouraged such literary works like *Kabani* but ultimately they failed and thwarted in their aims.

In addition to Arabic, Persian and English departments, there were also Sanskrit and Hindi departments in the Delhi College. The students did not take much interest in having admission in these two departments. Sometimes, the concerned authorities were thinking to close them, but the Lieutenant Governor decided to continue them.

Cf. *General Report on Public Instruction in the North Western Provinces of the Bengal Presidency, 1847-1848, Agra 1849*. (British Library. No. v/24/906)

- vii) An attempt has been made to give a bio-bibliographical survey of Insha's life and works, particularly the present

⁵⁶ Under the title *Rasi Kiyaki ke Kabani ke Farhang*. New Delhi, 2008.

⁵⁷ In *Journal* .. op. cit., 1852 and 1855.

A Japanese Urdu scholar, So Yamane (Osaka University), informed me that he is translating *Kabani* in his own language (17th February 2014).

⁵⁸ Reviewing this translation of L. Clint, Garcin de Tassy mentions that it was published under the "auspices of indefatigable savant, A. Sprenger." (see *Journal Asiatique* (Paris) iv Série, tome xix (1952), p. 566, "Nouvelles Littéraires")

mentioning his name as the compiler.³¹ Later on, both editions of 'Abd al-Haq and 'Arshi were minutely studied and with a detailed introduction, vocabulary and textual variants a new edition appeared and frequently reprinted.³² Simultaneously, the other editions, mostly based on the Anjuman edition (1933), continued to be published,³³ but after the discovery of its two manuscripts from the Khuda Bakhsh Oriental Library (Patna), the scholars are paying more attention to them.³⁴

Irrespective of favourable and adverse remarks by linguists and literary scholars about this romantic tale of *Inshā'*,³⁵ its significance still exists because of the unique experiment, made for the first time in the history of Urdu prose. In fact, its pure Urdu without an admixture of any single word of Arabic, Persian and Turkish languages, its entirely different style of writing, originality of its narrative based on Hindu mythology and supernatural elements and its characterization resulted in the present edition which contains the following distinctive features:

- i) Despite the discovery of its manuscripts from Rampur and Patna, the text is based on an old and authentic manuscript of Oudh's royal library, copied by the cataloguer, Alois Sprenger. Probably, *Inshā'* was orally presented it in one of the Nawwāb's court who immediately managed to scribe and afterwards preserve it in one of the royal libraries of Lucknow.
- ii) The present text has been collated with the newly-formed manuscripts but the textual variants are not given, as this

³¹ Karachi: *Anjuman-i Taraghi-i Urdu*, 1933.

³² Edited by Sayyid Qudrat Naqvi. Karachi: *ibid.*, 1975, 1986, 1993, 2003.

³³ New Delhi: Maktaba Jamī'a, 1970; Bombay, 1972 (with an introduction by Dr. 'Abd al-Sattār Dalvi; Gorakhpur, 2000 (ed. by Dr. Afghān Allāh Khān).

³⁴ Edited by Dr. Sayyid Sulaiman Hussain. Lucknow: 1975, 2004; (Introduction, pp. 48; text, pp. 51-106, with textual variants; based on the ms. of Khuda Bakhsh Oriental Public Library) New Delhi: Akuf Book Depot, 2010 (Introduction by Dr. Sharif Ahmad Qureshi), text (pp. 35-61).

³⁵ The introductions by its editors, especially Maulawī 'Abd al-Haq, Intizār 'Alī 'Arshi, Sayyid Qudrat Naqvi, Intizār Hussain and Sayyid Sulaimān Shah; see also Aslam Perveen: *Inshā'*, op. cit., pp. 176-178, 'Abid Peshawari: *Inshā'*, op. cit., pp. 423-512; M. Habib Khan: *Inshā'*, op. cit., pp. 70-77 Giyan Chand Jau: *Urdu ke nam Darwazay*. Karachi 1969 (1954), pp. 240-251; Jamil Jalbi: *Tarikh...* op. cit., III (2008), pp. 158-165.

elegant Urdu and fully intelligible to the Muslims of Delhi and Lucknow, does not contain a single Persian word. On the other hand, it is equally free from the Sanskritisms of Pandits. The idiom (including the order of the words) is distinctly that of Urdu, not of Hindi. In this last respect, it differs from the works of Ajōdhya Singh Upādhyāy, in which the order of words is that usual in Hindi."⁴⁶

This voluminous and extensive linguistic survey opened new vistas for further research about vernacular languages of India including Urdu. Among the early Urdu scholars, Maulawī 'Abd al-Haq was the first littérateur who used this part of Grierson's encyclopedic work verbatim. The preface of his popular Urdu grammar shows his extensive borrowings from this source.⁴⁷ In this perspective, it may be conjectured that Maulawī 'Abd al-Haq took the idea of publishing Inshā's *Kabāni* from Grierson's note in which he referred the concerned numbers of the *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (1852 and 1855). For the first time, he published the *Kabāni* in his journal entitled *Urdu* and in its introduction he clarified that its text was based on the text published in the above-mentioned *Journal*, from Oudh manuscript which A. Sprenger discovered from Moti Mahall library of Lucknow.⁴⁸ A few years later, 'Abdul Haq published it in a separate book form, after collating its text with an edition of Devanagari script.⁴⁹ After some years, Imtīāz 'Alī Khan 'Arshi found another manuscript of the *Kabāni* from the State Library of Rampur⁵⁰ and published it without

کتابتِ کبانی

کتابتِ کبانی

⁴⁶ *Linguistic Survey of India*, by G. A. Grierson. Vol. ix, pt. i, reprinted: Delhi 1968 (1916), pp. 34-35.

⁴⁷ For detail see my article on the first grammarian of Urdu in: "Mir'at (Islamabad), vol. 10 (2014), pp. 1 ff.

⁴⁸ Vol. 6, April, 1926, pp. 267-298.

⁴⁹ Awrangabad 1933. He got it from his Hindu friend, Pandit Manohar Lal Zutshi. Perhaps the same edition that was edited by Babu Shyam Sunder Das, (Varanasi, 1925); see also *Kabāni* in Urdu and Devanagari scripts, published from Bombay: Mahatma Gandhi Research Center, 1972 with an introduction by 'Abd al-Sattār Dalvi.

⁵⁰ Library No. 277, pp. 59; cf. 'Arshi's article in *Nija Daur* (Lucknow), April 1960, p. 8.

the words were reversed. These curiosities cannot all be considered useless. As the fetters of rhyme have led to increased richness of style and variety of expression, so the compositions alluded to may have promoted philological learning, however little they may have contributed to the advancement of real knowledge and the increase of ideas.

The piece before us seems to possess the greatest merit that works of its class can have. It is a magazine of Hindee words and phrases, and considering that the author is able to offer the usual praise to his God and Prophet without the introduction of one Arabic word, it must be considered as a good display of the powers of the language he has selected.

As many of the words are not in Thompson's Hindee Dictionary,⁴¹ or the 3rd edition of Shakespeare's,⁴² I intend to make a list of the desiderata, and place it at the end of the paper.⁴³

For certain reasons, L. Clint could not complete it and the second part of its text and translation came out after three years, with the name of Rev. S. Slater.⁴⁴

Afterwards, this prose-work of Insha' remained popular in the School-books of India but in literary circles, it fell into oblivion for decades. Finally, G. A. Grierson, a worldly-known linguist, referred it in these words:

"This is the celebrated tale commonly called *Kahani pith Hindi mein*, which has frequently appeared in Indian school-books such as *Gurukul*.⁴⁵ Its value consists in its style, though pure and

⁴¹ J. J. Thompson: *A Dictionary in Hindi and English*. Calcutta 1846.

⁴² John Shakespeare: *A Dictionary, Hindustani and English*, London 1813, 1818 and 1826.

⁴³ *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta). Nr. 1 (1852), pp. 1, 2. But he could not place such a list of desiderata and its reason is unknown.

⁴⁴ *Journal*.... op. cit., 1855, pp.

⁴⁵ Ram Babu Saksena writes: "It [*Kahani*] extends to about fifty pages and frequently appeared in the series of Indian texts published in Fort William College at Calcutta". (*A History of Urdu Literature*, op. cit., p. 96).

In one of his *ghazals*, Insha' uses this word as *radif*.

Elliot, Sprenger mentioned his name. The concerned passage is as follows:

"In two or three days I shall do myself the honour of submitting my Report and in these months I hope to have completed the catalogue of the Topkhane and of the Farahbakhsh libraries and if permitted today here, with the beginning of the hot season I shall be able to devote myself to completing my detailed catalogue of the Mory Mahall. Having failed in my scheme of going to Baghdad I am again trying to effort an exchange with the Principal of the Lucknow Martinière (in case I should not be permitted to remain in data quo) for that appointment though very bad in itself would enable me to finish the catalogue you have originated the idea of making a catalogue, you have given me the opportunity to begin the work and you have guided me in the work. It is therefore a duty towards to you that I should exert myself to finish an undertaking of which all the credit will be due to you and of which I shall be responsible only for the faults of Mr. Clint, the Principal of the Martinière would be delighted to exchange but Mr. Morrison (?) seems to be unwitting to sanction it."

As desired by Sprenger, L. Clint edited and translated into English Inshā's *Kabāsi* and its first part was published with this brief note:

"The tale submitted to the Society [Asiatic Society of Bengal] was placed in my hands by Dr. Sprenger for publication and translation, in consequence of his not being able from want of time to perform the task himself."

This tale is a specimen of a class of compositions frequent in the East, not unknown in Ancient Greece, and characteristic, I believe, of every literature, when the period of its decline has arrived. The common feature to which I allude is that of writing under needlessly imposed and difficult conditions, such as the omission throughout of some letter, or a construction in which sense would be preserved if the order of

peculiarity of style; though pure and elegant Urdu and fully intelligible even to the Musalmans of the Court of Dehlee or Lucknow, it does not contain one Persian word, whereas the language usually spoken by fashionable persons in these two cities is almost purely Persian. In Lucknow in particular the Hindee words are very sparingly used. This is much to be regretted, because the people of the villages and even the Hindus in the city who are neither directly or indirectly connected with the court speak pure Hindee and even the educated hear in their *zawads* and in their childhood a language containing a great admixture of Hindee words. The Persian Urdu which they write is therefore even to them foreign and artificial and conveys no force. Another mischief is that by removing the written language wider and wider from the idiom of the people they preclude the millions from obtaining information, and prepare the ruin of the literature which of late years they have been cultivating. In the British territory (particularly at Agra, Dehlee and Benares) this abuse is not carried so far and many learned natives are of opinion that the Hindee element ought to be developed in Urdu in preference to the Persian. This no doubt is the right view, it being the only way of making literature popular and it is in order to further it that to publish this literary curiosity. The Asiatic Society [of Bengal] is perhaps to be blamed for not paying more attention to the vernacular languages of India than it has done of late years; and to those who blame us for this neglect this very elegant composition will not be unwelcome."

After leaving Lucknow, Sprenger went back to Delhi and then transferred to Calcutta as the Principal of Calcutta Madrasah and the Secretary of the Asiatic Society of Bengal. These new responsibilities did not allow him to complete his intended project of editing and translating his newly-discovered manuscript of Inshā's *Kahānī*. Before becoming aware that he could not be able to fulfil his intentions, he handed over this project to the Principal of La Martinère College, Lucknow, L. Clint, whose biographical information is not extant. In one of his unpublished letters (Lucknow 31 January 1849) to H. M.

"died about twenty years ago."³⁵ Inshā's *divān* (*rekhti*) was in his personal collection, now housed in the State Library of Berlin,³⁶ and included him in his *taẓkirah*.³⁷ He took keen interest in Inshā's linguistic innovations, particularly his usage of words, idioms and phrases of Indian origin. He vehemently admired all his services, rendered for promoting indigenous elements in Urdu language and literature. For this reason, his most appreciative remarks about Inshā's *Kabāni* explicitly indicate his own views about the further development of Urdu. As a distinguished oriental scholar, educationist and an influential member of the intellectual élite, Sprenger favoured Inshā's efforts to popularise the Indian element rather than extensive borrowings from the foreign languages like Arabic, Persian and Turkish. Though, it is considered Inshā's own experiment, mostly based on his linguistic capabilities, but Sprenger's introductory remark to *Kabāni*, which has been completely ignored by our critics and researches, clearly shows that Inshā was following the policy of the government in this regard. In this perspective, Sprenger became so much excited to see *Kabāni* that he soon prepared its copy and intended to edit and translate it, but failed to do so because of personal reasons.

Sprenger's brief introduction to *Kabāni*'s English translation (1852) is the following:

"The Biography of this poet [Inshā] is in Garcin de Tassy's *Histoire de la littérature Hindoustanie*.³⁸ He flourished in the beginning of this century at Lucknow. Beside this tale, a *masnawī*, and some minor compositions, he left a *ghazal*, which is in our library,³⁹ and he is the author of a great portion of the *Daryā-e Lafāzī*,⁴⁰ which has lately been printed at Murshidabad.

"I found a copy of this Tale in the Moty Mahall library at Lucknow and had it transcribed. Its value consists in a

³⁵ Cf. *Catalogue* i: 240, referred Shauft's *Gulshan-i Bekhār*.

³⁶ Nr. Bibl. Sprenger 1686. Inscribed by Qādir 'Alī Khan, dated 1259/1843. (see Mujaḥḥad Husayn Zaidi: *Urdu Handschriften*. Wiesbaden 1973, p. 55, no. 44/II).

³⁷ *Catalogue*, op. cit., p. 240.

³⁸ Sprenger refers the first edition, which appeared from Paris in 1839 (vol. I). It was in his personal library, see *Orientalia. Katalog der Bibliothek aus dem Nachlass des Herrn Prof. Dr. Alois Sprenger*. 1896, p. 33, Nr. 631; see also note 4, above.

³⁹ Now available in Staatsbibliothek (Berlin). See no. 36, above.

⁴⁰ *Glean of Elegies*, co-authored by Mirza M. Hasan Qasbi; see note 5 above.

Government appointing him as Extra-Assistant Resident at Lucknow, as a temporary measure, for the purpose of cataloguing the extensive collection of works in Arabic and Persian literature in the king of Oudh's libraries.³⁰ Sir H. M. Elliot (1808—1853), a reputed historian and the Chief Secretary to the Governor-General, played a vital role in assigning this mammoth project to Sprenger, as he impressed the Court of Directors the desirability of rescuing from oblivion many very valuable and rare works contained in these libraries.³¹

Sprenger stayed in Lucknow from 3rd March 1848 to 1st January 1850, and listed about ten thousand mss. and rare books within one and a half year. With an excellent cooperation of 'Ali Akbar of Pānipat (d. 1852), an old student of Delhi College³² and few other *munshis*. He intended to publish this catalogue in eight big volumes but only the first volume came out and the remaining volumes sank into oblivion. According to him "If the whole catalogue is completed, it will be an infinitely fuller and more correct bibliographical work of reference than Hājī Khalyfah's Bibliographical Dictionary."³³

As an eminent orientalist, Alois Sprenger knew Arabic and Persian very well and coming to India (1843) he learnt Urdu and he could easily speak, read and write in this language. Some of his studies are evident to show his scholarly and vast knowledge of its origin, development and contemporary significance as a *lingua franca* of Indian subcontinent.³⁴

During his stay in Lucknow, Sprenger's interest in Urdu literature developed and Inshā' was one of his favourite poets who

³⁰ Sprenger's *Catalogue*, op. cit., i (1854), preface.

³¹ Cf. *Baird's Collections*, 116106-116102 (1848-49), vol. 2271. Library No. F/4/2271. Document No. 116, 117. Indian Department Collection. Employment of Dr. Sprenger in the Examination of Kings' Libraries at Lucknow.

³² See my book *Quadrant Delhi College*, Lahore 2013.

³³ *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta), vol. 22 (1853), p. 540.

³⁴ See his article "Early Hindustani Poetry" (in: *Journal of the Asiatic Society of Bengal* (Calcutta), vol. 22 (1853), pp. 442-444) in which he responded to Garcin de Tassy and N. Bland's studies on the subject and informed for the first time about the "Hindustani" *divan* of Mas'ūd Sa'd Salmān of Lahore, see also the section of his *Catalogue* (I, 1854) under the title "Works of Hindustani Poets" (pp. 595-645) and a complete *taqīrūr* of Urdu poets (pp. 195-306), also available in Urdu translation entitled *Yādgar-e Shairan*, by Tufail Ahmad, Lucknow 1985 (Allahabad, 1932).

Sprenger, the cataloguer, as such: 28 pages of Persian poetry (15 verses per page), 100 pages of 'Hindustani' poetry, *shir-o hīring* (milk and rice) comprises 50 pages, 40 pages of 'Hindustani' *ghazals*, 8 pages of *rubā'ī*, 42 pages of *qasidas* in praise of Imāms, 14 pages of *ghazals* without diacritical points, a certain number of *ghazals* and *mainavis*. One of them is *Sifr-i Hakūt* (permitted magic) that is to say eloquence. Some of its poems are in the dialect of *baran* [*rekhtā*] and the other in the mystical dialect of *fajirs*.²⁶

Garcin de Tassy also informs that in the same library, there was another Urdu *mainavi* of Inshā' entitled *Margh-nāma* (Book of the Cock). It contains 50 pages and was written in 1220/1805-06.²⁷

In his *Catalogue*, A. Sprenger devoted only 50 pages to the "Works of Hindustani Poets"²⁸ where he did not mention any other Inshā's book except his *Kulliyāt*, but in his second report, submitted to H. M. Elliot (dated 1st October 1848), he referred, though briefly, his other two prose works, e.g., *Sifr-i Gharib* and *Kahānī* in these words:

"The tales of Inshā' Allah Khān, some of which consist of words without diacritical points, and one of them, though in the language of Delhī, consists all of Hindī words with the exclusives of Arabic and Persian words."²⁹

As stated earlier that the manuscript of *Kahānī*, housed in Moti Mahal, was probably the same which Inshā' read himself and copied by the son of Nawwāb Sa'ādāt 'Alī Khan. Later on, it was discovered by Alois Sprenger along with some other works of Inshā'.

On 19th March 1845, Sprenger was appointed as the Principal of Delhi College, but after about two and a half years, on the 6th December, 1847, he was transferred with the orders of the

²⁶ *Histoire*, op. cit., II: 35-36.

²⁷ *Ibid.*, p. 28; see also Sprenger's *Catalogue*, op. cit., I: 614-615, where the compiler mentions its date of composition 1210/1795; *Report of the Researches*, op. cit., p. 55, see also note 10, above; Strangely enough, in the printed *Kulliyāt* of Inshā', this *mainavi* comprises only three pages (Lucknow ed., 1873, pp. 446-448) or four pages (Allahabad ed., 1952, pp. 344-347) instead of 50 pages as mentioned by Garcin de Tassy.

²⁸ Vol. 1 (1854), pp. 595-645.

²⁹ Cf. *Report of the Researches*, op. cit., 1896, p. 6; see also my book *Shahin-e Awwāl kay Karābbān*, Karachi 1973, p. 54.

al-Ākhir 1223/1" August 1808 in these words:

"Husain 'Ali Khan, the son of Nawwāb Sa'īdat 'Ali Khan called me to his royal court and said: the tale which you have composed without the admixture of any Persian, Arabic and Purbi word, I have completely copied with my own hands."²²

From this passage, one can easily determine the exact date of *Kabīm's* first recitation and the preparation of its first manuscript (in 1808) which afterwards would have been preserved in one of the royal libraries of the kings of Oudh—Moti Mahāl. In spite of having two other libraries – Topkhāna and Farāḥ Bakhsh—"the valuable literary works upwards of three thousand volumes are preserved in a garden house of the Mōty Mahall Palace..."²³

In his very early age, Inshā' came to Lucknow and then to Faizabād. From his childhood he spent most of his time in Lucknow where he served Nawwāb Almas 'Ali Khan (1788—89) and then he was appointed in the entourage of Mirza Sulaimān Shukoh (1790—91). His most eventful part of life was in the court of Sa'īdat 'Ali Khan (about 1800—1801). After his expulsion from the court, he stayed here upto his demise in 1818.

As a leading and versatile poet of his time and his close relations with the influential members of the royal family of Oudh, the manuscript of his *Kalīyāt* and other writings were nicely transcribed and housed particularly in the Moti Mahāl. As reported by A. Sprenger "The number of Urdu books in the Mōty Mahall is small, but almost all the copies are splendid."²⁴

In this meagre collection of "splendid" Urdu manuscripts of Moti Mahāl (three thousands), some of Inshā's important writings were also included. One was his *Kalīyāt* (containing Urdu and Persian poetry).²⁵ Garcin de Tassy detailed its contents, as supplied by Alois

²² See note 7, *supra*.

²³ *Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustani mss. in the libraries of the king of Oudh*. Ed. by A. Sprenger. Vol. I, Calcutta 1854, Preface, p. iv.

²⁴ Cf. *Report of the Researches into the Muhammedan Libraries of Lucknow*. By A. Sprenger. Calcutta 1896, p. 11.

In Moti Mahāl, there was a minaret shaped like a pear which was afterwards demolished. It was situated close to Qaiser Bagh, almost on the bank of river Gomti.

²⁵ Sprenger's *Catalogue*, *op. cit.*, i 614-615. He also informs that another ms. of this *Kalīyāt* was in the possession of Mas'ūd Muhammad Wājib.

to spend their whole life together, but Rājā Jagat Prasād refuses to give his daughter, Keytaki, in marriage to Uday Bhān, the hero, because he thinks the latter's father to be a mere upstart. They went out to fight but unable to face a fierce attack on his capital by the hero's father, Jagat Prakāś seeks the assistance of a hermit, Gura Mahandar Gur, gifted with supernatural powers, and the invading king (Rājā Sūraj Bhān), together with his queen (Rānī Lachchmī Bāi) and his son (Uday Bhān), are changed into deer. Later on, when the king realized that his daughter is desperately in love with Uday Bhān, he has the prince and the parents restored to human shape. Finally, with the help of Rājā Indra, Uday Bhān ascended the throne and the lovers are married with splendid magnificence.²⁰

One of Inshā's contemporary biographers informs that "he had a quiverful of droll and amusing stories, and would at times invent them on the spur of the moment."²¹ He displayed this natural instinct in the whole format of this *Kabani*. It is absolutely original and the result of his innovative thinking. He did not borrow anything from any indigenous or foreign source. Its all characters, both male and female, their psychological behaviour, locale, creative atmosphere and poetic scenario are of his own. Above all, its style is inimitable and in spite of certain limitations the narrative is neither dry nor artificial. In reality, Insha' was a poet of masses and he took keen interest in everything which was related to common folk. Undoubtedly, this book is an experiment, aimed at showing the capacity of narrating a story without using any Arabic, Persian and Turkish word, interspersed with all supernatural elements of Hindu mythology.²¹

In which circumstances, Inshā's *Kabani* was composed and transcribed? Where its original manuscript was preserved? How it came into light and who discovered? All these pertinent questions will be discussed below.

In his Turkish diary, Insha' describes an event (dated 8 Jamādi

²⁰ *Makhsuz al-Gharīb*. By Sh. Ahmad 'Alī Khan Hāshimī Sandilavī. Op. cit., Vol. I, Lahore, pp. 285-289.

²¹ About this *Kabani*, divergent and conflicting views have been expressed, such as: a long brief short story ('Ābid Peshāwan), a middle stage between *qasida* and short story (*ibid*), very close to the novel (Ahqan Fīrūq: *Urdu Novel ke Tarīqah Tarakkī*, 2nd ed. 1962, p. 3), an ordinary story which became popular by its unique style (Jamal Jallā: *Tarīkhi Adab-i Urdu*, vol. III, Lahore 2008, pp. 158-165).

is said that his substantial contribution was far ahead of his times. He was equally at home in Arabic, Persian, Turkish, Hindi, Bengali, Punjabi, Kashmiri, Pushto and Purbi.¹⁴ He knew the basic grammatical structure and the linguistic intricacies of all these languages and very often used their vocabulary in his Urdu verses.¹⁵ Apart from his poetic collection, he wrote two prose works in Urdu namely *Sikḥ-i Gauhar*¹⁶ and *Kabānī*... Both displayed his innovative mind and he experimented to write the first one without using any word with diacritical points and the second without picking any word of Arabic, Persian and Turkish origin.

Historians of Urdu literature and well-known researchers of Inshā' have given different dates of composition of *Kabānī*, e.g., near 1788, between 1798 and 1804, 1803, 1808 or afterwards. His virtuosity and fascination with language led him to compose this prose work. Primarily, this is a romantic tale with love, war and magic as its theme. Its remarkable feature is its style and the author – ever a virtuoso – has used no Arabic, Persian and Turkish word in the story (an exercise comparable to writing English with only Anglo-Saxon roots).¹⁷ Because of his expertise over Urdu language and its expression, linguistic capabilities and his functional knowledge of other Indian languages helped him not to give an artificial air to the narrative.¹⁸ Simultaneously, it is also equally from the Sanskritisms of Pandits. The idioms including the order of the words is distinctly that of Urdu not of Hindi.¹⁹ Inshā's style is forthright and direct, and his Hindi words impart a delightfully archaic flavour to the narrative.

In brief, the story of *Kabānī* runs thus:

"Uday Bhān, a sixteen years old son of Rājā Sūraj Bhān, goes with his friends in a jungle for hunting. There, he saw Rānī Keytaki and at the first sight both fell in love with each other. They firmly promised

¹⁴ EP, iii: 1244, op. cit.

¹⁵ Preface to *Kabānī Rānī Keytaki*, by Sayyid Qudrat Naqvi, pp. 26–27, see below.

¹⁶ See note 6, *supra*.

¹⁷ *Urdu Literature*, by D. J. Mathura, op. cit., p. 63.

¹⁸ M. Šādiq: *History of Urdu Literature*. 2nd ed., (Karachi 1985), p. 179 (London, 1964).

¹⁹ Ram Babu Sakseena: *A History of Urdu Literature*. Lahore 1996 (Allahabad 1927), p. 96.

insipid and colourless.⁶

iii) A fragment of his diary in Turkish language, covering the period from 12 July 1808 to 18 August 1808. It contains some very interesting and useful information not found elsewhere.⁷

iv) *Latā'if ar-Sa'adat*, a collection of jokes from the court of Nawwib Sa'adat 'Alī Khan of Lucknow, compiled by Inshā'.⁸

v) *Maḥar al-Marām fi Sharḥ Qaṣida Tūr al-Kalām*.⁹

vi) *Murgh Nāma* (Book of the Cock), a *masnawi* which contains 50 pages and written in 1220/1805-1806.¹⁰

vii) *Shir wa Baranj* (Milk and Rice), an excellent *masnawi*.¹¹

viii) *Sifr-i Halāl* (Permitted Magic), that is to say eloquence, a *masnawi*.¹²

ix) A *masnawi* in response to Bahā al-Dīn Āmulī's *Nās-o-Halwa* (Bread and Sweetmeat).¹³

x) Kahāni Rāni Keytaki awr Ude Bhān kee (Hereafter *Kahāni*)

(A Tale by Inshā' Allāh Khan)

Inshā' was not only a poet but also got a knack of learning the origin, development and structural basis of the different languages, mostly understood or spoken among other in the Subcontinent. No doubt, he pioneered in the field of Urdu grammar and linguistics and it

⁶ Ed. by Imtīāz 'Alī 'Arshī, Rampur 1948; reproduced in: *Inshā' ke do kahānjayān*, ed. by Imtīāz Husain, Lahore 2008 (1971), pp. 83-110. 'Ābād Peshāwari: *Inshā'*... op. cit., pp. 513-546.

⁷ Its unique ms. is housed in the State Library, Rampur. Cf. Imtīāz 'Alī 'Arshī: "Inshā' ke do nādir k̄utubān—*Sifr-i Gashar awr Raḡamānā... Tarkī*"; Edited and translated in *Niḡa Daur* (Lucknow) April 1960; ed. and tr. by Dr. Sayyid Na'īm ad-Dīn, New Delhi: Bureau of Urdu Development, 1980, under the title *Inshā' ke Tarkī Raḡamānā*; 'Ābād Peshāwari: *Inshā'*... op. cit., pp. 655-675.

⁸ Edited by Āminā Khānīn with explanatory notes and annotations, Mysore 1955. (incomplete ms., preserved in the British Library, India Office and Oriental (London); 'Ābād Peshāwari: *Inshā'* op. cit., pp. 635-654.

⁹ Muḥtār al-Dīn Aḥmad: "Sayyid Inshā' ke aik nādir Taṣnūf", in: *Armaghan-i Ma'ālā*. Ed. by Dr. Gopi Chand Narang, vol. ii, New Delhi 1971 (based on a ms., preserved in Manchester).

¹⁰ *Kaṣṣāṭ-i Inshā'* (1876), pp. 446-448; Garcin de Tassy: *Histoire*, op. cit., *Kalām-i Inshā'* (1952), pp. 344-347; II, p. 38; "Murgh Nāma" by Shyām Lal Sunder, in: *Nawā' Adab* (Bombay), vol. 26, no. 2 (April 1967), pp. 17-52.

¹¹ Garcin de Tassy: *Histoire*, op. cit., ii, p. 33.

¹² *Ibid.*, p. 38.

¹³ *Ibid.*, p. 33.

is always characterized by magnificence, humour and versatility. His chief collection (*Kalīyat*) which comprises his Urdu, *rekbtī* (a language of females) and Persian *diwān*, the *qasidas* (odes) and five or six *masnawīs*, contains between 8000 and 9000 lines—was marked chiefly by virtuosity. He indulged in verbal gymnastics and most intractable rhymes.⁴

Inshā's virtuosity and fascination with language led him to compose prose works which comprise:

i) *Daryā-i Latāfat* ('The Sea of Delicacy'), was written in Persian and constitutes the first attempt to formulate the grammar of Urdu. It was composed at the instance of Yamin al-Dawla in 1222/1807 in collaboration with Mirzā Hasan Qatīl, an eminent Persian poet who contributed the chapters on logic, prosody and rhetoric. It shows the author's wide range of study and his grasp of Urdu linguistics and morphology. The rules and terminology Inshā suggested are still employed by traditional grammarians, but by far the most interesting parts of the book are those in which he discusses the various accents and dialects of his day.⁵

ii) *Silk-i Gawhar*, a love story in Urdu prose, without any dotted letter, in clear imitation of the *Sawāḥī' al-Ithām* and *Mawārid al-Kalīm* of Faizi, but much inferior, both in diction and phraseology. The story is

⁴ *Kalīyat-i Inshā'*, Delhi: Delhi Urdu Akhbār 1271/1855 (under the supervision of Muḥammad Husayn [Āzād]; *Kalīyat-i Inshā'*, Lucknow 1312/1876 (pp. 450); *Kalīyat-i Inshā'*, Ed. by Khalīl al-Rahman Da'ūdī, vol. i (*Ghazalīyat*) Lahore 1961; for the detail of seven editions, see Mushfiq Khwājah, *op. cit.*, pp. 347-348; a ms. of Inshā's *diwān* (selection) was in the library of Imperial Palace (Delhi) as reported by Garcin de Tassy in his *Histoire de la littérature Hindoue et Hindoustanie*, 2nd ed., vol. II, New York 1968 (Paris 1870), p. 34 (hereafter *Histoire*); *Diwān Inshā'*, Raḡga. Ed. Nigāru Badā'ūnī. Badā'ūn 1924 (also includes *Diwān-i Rekbtī*); two mss. of Inshā's *Kalīyat* are housed in the library of National Museum (Karachi), for detail see Mushfiq Khwājah, *op. cit.*, pp. 334-352.

⁵ Murshidābād: Maṭba' 'Ālamīyāh, 1248, pp. 476 (also available in the personal library of A. Sprenger, cf. *A Catalogue of the Bibliotheca Orientalis Sprengiana*. Göttingen 1857, p. 91, no. 1672); ed. by Mas'ūdī 'Abdul Haq, Awrangābād 1916 (pp. 138), 1935, Karachi 1988; Urdu translation by Brijmohan Dastīrya Kaṭṭī, Delhi 1935; also translated by 'Abdur Raṣīf 'Awī, Karachi 1962; 'Ābid Peshāwārī *Inshā'*... *op. cit.*, pp. 547-634; ms. (dated 1240 A. H.) preserved in the library of Urdu Department, Jamia University, see 'Ābid Peshāwārī: *Maṭa' al-Haq*, *op. cit.*

the ruler in his less serious moments. At this stage of his career, his poetry became decidedly odd, even by Lucknow standards.

Finally, Inshā' fell from grace when he made a crude joke at the expense of the King and after a brilliant career ended his life in obscurity (1817).

Inshā's sharp and sometimes caustic wit made him more enemies than friends. By his superior talent he outshone his rival Mushāfi, himself a great poet, upon whom he heaped insults and disgraces. He did not spare even wayfarers and strangers whom he freely ridiculed. He had several literary bouts with his contemporaries, which generally degenerated into obscene satires and lampoons. Learning towards the unconventional, his verse is both amusing and burlesque, constituting a landmark in the development of Urdu poetry.³

Inshā' was a very prolific writer and achieved fame for his novelty and brilliance as demanded by the Lucknow court. His writing

³ All this information is based on Grahame Bailey: *A History of Urdu Literature* Lahore 1977 (1932), pp. 54-55; D. J. Mathews, C. Shackle and Shahrukh Hussain: *Urdu Literature*, London 1985, pp. 60-63 and *Encyclopedia of Islam*, vol. III, Leiden: Brill, 1971, pp. 1244-1245 art. by A. S. Bazmee Anwar, and the authorities cited there. (=EP); T. W. Beale: *Oriental Biographical Dictionary*, rev. and enlarged ed. New York 1965, p. 179 (London 1894).

For Inshā's life and works, see EP, op. cit., where 36 references are cited, Mushāfi Khwāṣṣa *Jā'iz Maḥṣūṣ-i Urdu*, vol. 1, Lahore 1979 (where 76 references are cited); for further material see 'Abdul 'Alī *Higat-i Insha'*, Lahore: Pusa Akhbār, 1902; Sh. Ahmad 'Ab Badlā: *Higat-i Insha'*, Peshawar 1907; 'Abdul Bas As Lucknow: "Inshā' ke kuchch nay Hālāt aur ghayt maḥbū's kalām", in: *Urdu* (October 1945, pp. 347 ff); Farhat Allah Bag: *Insha'*, Delhi 1943; Dr. Amana Khānūn: *Tahqīq Maqām*, Bangalore: Karwar Press, 1949 (critical review on Inshā', especially on his *Daryā-i Laylāf*); Delhi 1943; Mirza Muhammad 'Askan and Muhammad Rafi (eds): *Kalām-i Insha'*, Allahabad, 1952; Dr. Zafar Iqbal: "Inshā' ke Fāṣlā", in: *Ajkal* (Delhi), August 1977; M. Habib Khan: *Inshā' Allāh Khan Insha'*, New Delhi: Sahitya Akademi, 1998 (1989); 'Abd Peshawari (Shaym Lal Kālā): *Inshā' Allāh Khan Insha'*, Lucknow: Uttar Pradesh Academy, 1985. *idem*: *Mata'allakat Insha'*, Lucknow: Nuqat Publishers, 1985; Dr. Sayyid Tasq: 'Abd Insha' Allāh Khan Insha': *Higat, Shakhṣiyat aur Fan*, Lahore: Al-Qamar, 2003; M. Tabassum Kashman: *Tārīkh-i Adab-i Urdu. From the beginning upto 1837*, Lahore 2003, pp. 442-455; 'Abd Peshawari's article on Inshā's parents, in: *Majlisat Tahqīq* (Lahore), vol. 4, no. 4 (1980), pp. 1-21; *ibid.*, "Risā Kayrat ki Kahānī", in: *Nya Daur* (Lucknow), June 1995, pp. 4-11; a recent book (in Urdu) on Inshā's art and personality by Navid Ahmad (Calcutta University).

without the help of a teacher.² He had also tried to compose Arabic and Persian verses. Polished, cultured and witty, he soon made an ideal boon companion to the ruler of Oudh.

On the death of Shujā' al-Dawla, he accompanied his father to the royal court of blind emperor, Shāh 'Ālam II. His talent for writing, combined with his fondness for sarcasm and frivolity, made him notorious in the Red Fort and unpopular among the venerable poetasters who flocked around the emperor. He was once molested and given a beating by a hired gang of thugs after publicly ridiculing one of the court poets, who had unwittingly made a mistake in the scanism of his poem. Inshā' realized that his talents would not be appreciated in Delhi and decided to join the exodus to Lucknow.

Inshā' arrived in Lucknow in 1791 and was cordially received by Nawwāb Sulaiman Shikoh (d. 1837) to whom his wit and good humour appealed. He joined the retinue of this Nawwāb, the third son of the Mughal emperor Shāh 'Ālam II, as a court poet. His first clash came with the Nawwāb's teacher, Muṣṭafī, who found himself quite unable to compete with Inshā' in the famous literary contests which took place in the Nawwāb's salon.

Inshā' threw himself whole heartedly into the spirit of Lucknow, and a change can be detected in his verse. The quiet wistfulness of his earlier poetry, which often lent itself to mystic expression, gave way to the celebration of the rose-garden and the nightingale, the joy of love and wine and the praise of the beloved whose face outshone the moon, conventional topics which appealed to the people of Lucknow, especially when treated with the ingenuity and sparkle of a poet like Inshā'.

Sometime later 'Allāma Tafazzul Husain Khan, a Shī'i nobleman and patron of art and literature, introduced Inshā' to Nawwāb Sa'īdat 'Alī Khan, the ruler of Lucknow. Soon they became bosom friends. But his inveterate habit of joking was the cause of his undoing. In 1810 he ceased to be *persona grata* at court, indeed he was turned out of Lucknow, though afterwards permitted to return; and he spent the rest of his life in self-confinement.

This period of Inshā's life shows a marked decline in his work. He seems to have been kept at the court for the personal distraction of

² See Ahmad 'Alī Sindhalavi: *Taqīrūn Makāṣar al-Gharīb*. Ed. Dr. Muhammad Bāqir. Vol. I, Lahore 1968, pp. 285 ff.

PROLOGUE

The decline of Mughal's regime in India was speedily going ahead that ultimately caused the weakness and inability to maintain the centrality of rulership and disintegrating process of her vast empire. In these transitional political circumstances, the literary activities reached their peak and many newly-emerged independent Muslim states extended their hand of co-operation in accelerating such cultural activities and patronized many talented persons in the domain of art and literature. In this golden period of Urdu language and literature, the poet and prose-writer Mir Inshā' Allāh Khan, poetical surnamed Inshā', (afterwards only Inshā'), appeared on the scene of Urdu literature and earned the fame as one of the leading poets and literati of the period.

Inshā' (Murshidabād 1166/1753–Lucknow, 1232/1817)¹ was an eminent Urdu poet and one of the remarkable figures in Urdu literature. His ancestors migrated from Irāq and settled in Murshidabād, a town in West Bengal. His father, Mīshā' Allāh Khan "Maṣdar" al-Ja'fari Najafi, was a physician and one of the courtiers of the last Muslim ruler of Bengal, Nawwāb Sirāj al-Dawla.

Inshā' received his early education in different sciences including grammar and syntax, logic and philosophy at home, and in his youth left for Lucknow in search of a post; he joined the court of Nawwāb Shujā' al-Dawla; who had already settled a *jagir* on his father. He appears to have started composing poetry at a very early age, as he had composed his Urdu *diwān* when he was still a boy, "in a new style and

¹ For a detailed discussion about Inshā's birth and death, see Mīlik Rām's articles in *Quarterly Taḥqīq* (Delhi), April 1973 and its revised version with additional material in author's collection of articles under the title *Taḥqīq Maqāmīn*, Delhi 1984, pp. 136-137.

Contents

	Page
Prologue	7
A Tale by Insha Allah Khan (Translated by L. Clint & S. Slater)	27
Urdu Text	۲۵-۲
Farhang (Glossary)	۲۱-۲۹

Dedicated

to

Intizar Husain

A renowned Urdu fiction-writer and a lover of such *dastans*.

A TALE BY
INSHĀ' ALLAH KHAN

Translated by

L. Clint

S. Slater

Edited and annotated by

M. Ikram Chaghatai

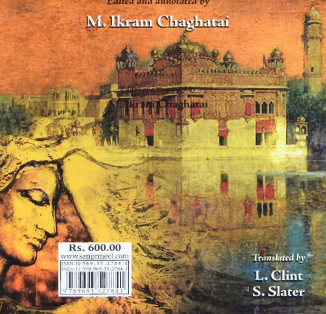


SANG-E-MEEL PUBLICATIONS

25, SHAHRAH-E-PAKISTAN (LOWER MALL) LAHORE.

A TALE BY INSHĀ' ALLAH KHAN

Edited and annotated by
M. Ikram Chaghatai



Rs. 600.00

www.saqi.com

ISBN-10 969-15-2788-0

ISBN-13 978-969-15-2788-1



9 789691 527881

Translated by

**L. Clint
S. Slater**